

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مکتبہ انوار اسلام، سوات، خیبر

معراجِ عبدیت

مہرودہ راں ٹوٹے زبان مطلق سوادِ عظم رئیس الجنتین امام المتکلمین
تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام سلطان المشارع علامہ سید محمد رفیع اشرفی جیلانی

تلخیص و تہذیب

ملک اختر میر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دہخرا)

(مکتبہ انوار اسلام کے 23-2-75/6 مطبوعہ۔ حیدرآباد۔ اسے پی)

چند ایکو کرم چہ وودان فحوت ناماں خلق مواد اعظم ہم جدا راہستہ امام المصلحین
مقرر اعظم حضور شیخ الاسلام سلطان الفیاض رئیس المصلحین عالم سید محمد فی الشریعہ فی الدین فی مدخلہ العالی

نام کتاب : معراجِ عباد

خطبہ : تاجدار المسلمین شیخ الاسلام علامہ سید محمد فی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

(محققہ جامعہ اسلامیہ حیدرآباد، باب المربوبہ ۱۳۹۵ھ قمری)

تلفیص و تحصیل : ملک التعمیر و علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح نظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خولہ معز الدین اشرفی

ناشر : **عالم اسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)**

اشاعت: اپریل ۱۹۷۷ء تعداد: ۵۰۰ (پانچ سو)

20 و 21

صلوات الخرم طاع محمد بنی الشارعی الشرقی کی تصنیف

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْاَسْفَلِ مِنَ السَّمَاءِ ﴾ ہے کہ منافق لوگ سب سے نیچے درجہ میں ہیں جنہوں نے

قَصُّ الْمُنَافِقِينَ (من آيات القرآن)

[illegible]

مكتب الزوار المعطلی 23-2-75/6 مظہرہ۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۹	رات میں سیر کرنا لے کی حکمت	۵	معراجِ نبوی ﷺ
۲۰	مہر کے معنی - مہر کی اقسام	۶	۱۰ ائمہ معراج کا پس منظر
۲۳	ہر کام ہاؤن اللہ تعالیٰ تو مہیہ ہے	۷	توفیقِ جہنم جنت کی تیاری
۲۳	سفر معراج اور رب تعالیٰ کا عرفان	۸	حقیقی عراق
۲۶	ایمان کیا ہے	۸	امت کی یاد
۲۸	معراجِ مہدیت	۹	سجدہِ تمام (کوہِ اہل) سے ملاؤں کی رہائی
۳۰	مہر اور مہد	۹	کائناتِ ارضی کے مشاہدات
۳۴	رحمتِ عالم ﷺ کی شانِ مہدیت	۱۰	بیت المقدس میں انبیاء کی امامت
۳۴	نزولِ قرآن اور شانِ مہدیت	۱۱	مسجدِ اقصیٰ سے آسمان کی طرف پرواز
۳۵	مقامِ مہدیت و رسالت	۱۲	سورۃ البقیہ
۳۶	عشیرۃ توحید اور روشن مہدیت و انبیاء کا پہلی تعلق	۱۲	جبریل علیہ السلام میں صراط پر امت کے لئے اپنے تہہ رجحانیں گے
۳۸	مہدیت و رسالت سے افضل ہے	۱۳	مقامِ کعبہ توحید
۳۹	مقامِ نبوت	۱۳	رب تعالیٰ سے تعلق
۴۰	قدرتِ الہی اور کون قدر	۱۳	امت کی معراج - مہدی علیہ السلام کی مدد
۴۱	زمین سے آسمان تک کا قافلہ	۱۵	معراجِ معراج
۴۳	مقصودِ مہدیت کی امتیازی شان	۱۵	سفر معراج سے واپسی کے بعد کے حالات
۴۵	مہدی اور مہدیت کا امتحان	۱۷	مہدیت و مہدیت
۴۵	مہدیت و مہدی	۱۸	ایمان کے معنی
۴۷	مہدیت و مہدیت کا امتحان	۱۹	اسرائیلی کے معنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُخْتَلِفِ صَلِّ عَلٰی صَلَیْجِنَا صَلِّ عَلٰی نَخَعِدِ
مَنْ عَلَیْنَا رَقَبًا اِلَّا بَعَثَ نَحْمَدُ اَبَدًا بِاَلْبَدِ اَبَدًا بِاَلْبَدِ
اللہ نے ہم پر ایمان فرمایا کہ حضور ﷺ کو نبوت فرمایا
اے نبی! ہم نے آپ کو خیر سے پہلے اور اگر اس سے پہلے نہ کر دیتا
اے مسلمان! تم آپ کی بیعت کیجئے اور وہ اپنے رب سے

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُخْتَلِفِ

آپ سے کام کیجئے کریں آپ ﷺ کے ساتھ نام و اولیاء کے ساتھ سب سے پہلے
فعل و اولیاء کے ساتھ ہیں اللہ کے ساتھ ہائے اور ہر قوم کے ساتھ ہائے

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُخْتَلِفِ

اے محمد! نبی کے پیارے اور نبی کے انھوں کے بارے
اب کے سید ہمارے تم ہمارے ہم ہمارے
اے نبی! سلام علیک! اور سلام علیک!

(مستور ہندو علم کے علاوہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ)

ملک افغانیہ علامہ مکیں اشرفی دہلوی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اسے سمجھنے کے لئے شرک کا صحیح
شرعاً ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادتِ اطاعت اور ادا کی اور عطا کی صفات اور مستطاع
غیب عبادت و استعانت اور شرک کی جاہلانہ فہم ہے۔ دو تمام آیات قرآنی جو شرکین کو اور کفار
میں سے ہیں اذیل ہو گئیں گے یہ کہ مسلمانوں پر چسپاں کر کے اے ہذا ہیں کا دلی و جلی
ہو اب۔۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اگر ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ میں نے خوف نہیں
کر تم کو اسے بعد فرما کر کہ میں لکھا ہو گئے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ رو۔ حیدرآباد (9848576230)

بارگاہ رسالت میں درجہ شریف بخش فرمائیں اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیه

یہ عالم تو میں تو ہر زمانہ میں بھی عالم اُنس میں دیکھ رہا تھا۔

گیا ہاں دل قیامت کا میں ماہر اور متوں فطرتوں کا ہے ایک معرکہ
 دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی اٹھیں ایسی رسائی پہ جس میں بھی

دل کو اکی خلافت پر ایمان بھی مکمل اپنے کے ہے پھر اس بھی

ہے تیرے سامنے عالم کن کاں تو نے پائی کسی میں مری شان کھی
وے یہ دھرت جہ نکل ابھی اس کا وہ ٹیٹ کے دم وہ بھی

ہو تو اچھی کوئی بھی اور کہیں رب نے رکھا نہیں اسکا اسکا بھی

۱۰۰ = واقعہ معراج کا پس منظر : آیت کریمہ کی تشریح سے قبل انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے واقعہ معراج اور پس منظر کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ تفصیل کے سمجھنے میں سہولت و آسانی ہو سکے۔ اس آیت کریمہ میں حضور خرموجودات سید کائنات ﷺ کے ایک عظیم الشان عہدہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جس روز صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اور برگزیدہ و رسول نے قریش مکہ کو دعوت تو حیدہ دی تھی اسی روز سے عداوت و حسد کے شعلے بجھانے لگے تھے۔ ہر طرف سے مصائب و آلام کا سیلاب اُلو کر آ گیا تھا۔ رنج و غم کا اندھیرا دن بدن گہرا ہوتا چلا جاتا تھا لیکن اس تاریکی میں حضور نبی کریم ﷺ کے شیش پتھر کا دیوا صواب اور ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وجود مسطور ہر نازک مرحلہ پر تسکین و طمانیت کا سبب بنا کرتا تھا۔ مختلف نبوی کے مومنین سالِ مہربان و شیش پتھر نے وفات پائی۔ اسی جالاکا وصف حدیث کا نظم ابھی منقول نہ ہونے پایا تھا کہ مومن و عجم و دانش و عالی حوصلہ و رفیعہ حیلت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی واپس مفارقت دے گئیں۔ کفار مکہ کو اب ان کی انصافیت سے سادہ کار ستائشیں سے روکنے والا اور ان کی غلا کا نہ دروش پر امت کرنے والا بھی کوئی نہ رہا جس کے باعث ان کی ایذا و زاریاں ناقابلِ حد تک بند ہو گئیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائفہ حنیفہ کے لئے۔ شاید وہاں کے لوگ اس وقت توحید کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں لیکن وہاں جو ظالمانہ اور بیجاانہ برتاؤ کیا گیا اس نے سبقتوں پر شک پائی کا کام کیا۔ ان حالات میں چاہے ظاہر پر طرف مایوسی کا اندھا چراغ جھلک چکا تھا اور ظاہری سہارے ٹوٹ چکے تھے مگر اہل حق نے اپنی عظمت کو گہرائی کی گواہی دینا شروع کیا (قدرت الہی کی نشاندہی)۔ انکارتوں کی تصدیقات میں انبیاء و مرسلین سے ملاقات سے سبہ اقصیٰ میں تمام دنیا و مافیہا جنتی کی امامت و اہل حق فرشتوں سے تصدیقی کاموں کے چاہے اور اہل کفر کا سنا نہ جنت و جہنم کی پیر و سرور الہی اور اہل اسلام کا مظاہرہ اور سب سے بڑا کردار مہمان نیک مومن اور اہل کفر کا جہنم کی پیر و سرور الہی جو شامل ہیں ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے اپنے محبوب کو عالم بالا کی سیاست کے لئے بنا دیا تاکہ حضور ﷺ کو اپنے رب کریم کی تائید و نصرت پر حق لفظین ہو جائے اور حالات کی خارجیاتی تاسا زگاری میں مائل و مائل کو کسی طرح پریشان نہ کر سکے۔

فرمایا جائے تو سراسر نبی کے لئے اس سے موزوں ترین اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا۔

نبوت کے بارہویں سال ۷۲۰ھ جب وہ شب کی رات حضور نبی کریم ﷺ اپنی چچا زاد ہشیرہ ام بانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہاں پر فرشتوں کی جماعت اور بھتی بھتی بھاق لئے حاضر ہوئے جس حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اسراعت میں جبریل علیہ السلام یا بعد بانہ ذکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سوچا رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر چکا یا تو یہ ہے اور نبی ہے اور یہ

اب کا نبوت تو براہی از عرف مذکور۔ کس کم کر وہی آید حیدہ یا زبان جا
پروردگار عالم نے فرمایا: یا جبریل قیل قدیمہ اسے جبریل امیرے محبوب کے
دونوں پانچوں نام لے۔

عہد کے برتر والا جسٹیا چ گیا ہے۔ شہد صاحب کرم کا مرتبہ کیا ہے
جسٹیا حضرت جبریل علیہ السلام کا یہ عالم تھا کہ کیا ہے
جبریل علیہ السلام نے اپنی کافوری آنکھیں اور ہونٹ حضور ﷺ کے مبارک قدموں پر رکھ
دیتے۔ سید عالم ﷺ بیدار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے ارادہ کیا خداوندی سے آگاہی بخشی
ان الله اشتاق الي لقاءك يا رسول الله الله تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ جن کے پاؤں کو بوسے دینے والا جبریل امین ہو جو تمام فرشتوں کا
سرور ہے اور مشتاق ملاقات تمام کائنات کا خالق مالک ہوا اس کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

نوشہ یزیم جنت کی تیاری: حضور نبی کریم ﷺ نے ارادہ طہارت فرمایا تو واروہ
جنت آپ کو ٹوٹی دھواں چلا لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ کوٹھ سے غسل دیا گیا۔ غسل کے بعد
آپ نے نورانی جو لہ ازیب تن فرمایا تو پھر آپ اسرئی کی بھوہ یزیوں کا عالم بکھواری ہو گیا۔

شب اسرئی کے وہ لہ ازیب و نور نوشہ یزیم جنت پہ لاکھوں سلام

حضور نبی کریم ﷺ حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا بہت ابو طالب کے گھر سے آئے اور حلیم
مسجد الحرام (بعد اللہ شریف) شریف لائے۔ چارہ زمزم کے قریب آپ کا طاق صدر ہوا
(سید مبارک کو چاک کیا گیا) یہ حضور اور رسول کا مجرہ دیکھو کہ سید شفیق ہو گیا ہے ایک قہر و

خون نہیں لگا۔ قلب اطیر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت اٹھ مل دیا گیا اور پھر سیدہ مبارک و رست گرد پڑ گیا۔ باقاعدہ مصراۃ کی ابتدا مسجد حرام سے ہوئی ہے۔

براق : حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لئے ایک جانور منتخب کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔ یہ براق جنت میں حضور ﷺ کے عشق میں رو رہا تھا جبریل امین نے ستر ہزار براق دیکھے۔ ہر براق آواز دے رکھتا تھا کہ حضور ﷺ کی سواری کے لئے مجھے منتخب کیا جائے۔ جبریل امین سوچ رہے تھے کہ کون سا براق لے جائوں ہر براق ایک دوسرے سے حسنی ہے۔ اسی اثنا میں جبریل امین کی نظر ایک براق پر پڑی جو سر جھکائے دار و قنار رو رہا ہے۔ جبریل امین نے کہا کیوں رو رہا ہے؟ آج تو اللہ کے محبوب کی آمد ہے۔ کائنات ارضی و سماوی کا ذوق و ذہن مجموعہ رہا ہے۔ براق نے کہا: میری منزل بھی وہی ہے جس کے باقی براق طالب ہیں۔ منزل ایک ہے اور راستے دو۔ کوئی فس کہ عیب کو مٹا لیتا ہے اور کوئی روک رکھتا ہے۔ میں اپنی منزل کو پانے کے لئے دو دریا ہوں شاخ میرا وہ تکی قبول ہو جائے۔ براق کا ردہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند آیا۔ جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے اس براق کو فوج شجری بنائی کہ تمہیں حضور ﷺ کی سواری کے لئے منتخب کر دیا گیا، محمد رسول میں تمہارا ردہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند آیا ہے تو براق کی خوشی کی کوئی اوجھادہ رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس میں حسن آگیا جس کی مثال عرش نہیں کی جاسکتی۔ اس براق پر جب حضور ﷺ سوار ہوئے تو اسے اپنی قسمت پر وہ چہ آ گیا اور اپنے مقدر پر ہرگز نہ لگا۔

آمت کی یاد : حضور ﷺ نے براق پر سوار ہونے سے پہلے ذرا توقف فرمایا تو جبریل نے عرض کی: یا حبیب اللہ ﷺ اس توقف کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: میں سوچ رہا ہوں کہ آت میرے اوپر لوازمات کا ٹھہروسی وقت ہے حالانکہ میری خدمت کے لئے حاضر ہیں، بقی براق میری سواری کے لئے موجود ہے، شتر کے دن میری آمت کا کیا حال ہوگا میں سراپا جو پچاس ہزار سال کی راہ ہے ہال سے ہار یک اور گوار سے حجاز ہے اور ہر ایک کو اس سے گزرنا ہے وان منکم الا ورمھا وکلان علی ربک حتما مفضیا میری آمت اس شتر کو کیسے ملے

کرے گی؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی کہ اے محبوب! آپ امت کا
جرم نکرت دیکھیں ہم آپ کی امت کو یوں صراط سے ہٹا کر دیس گئے کہ انھیں معلوم نہ ہوگا۔
اس واضح بشارت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براقیہ سوار ہوئے۔ جبریل امین نے
رکاب تھامی، میکا کیل نے کام پکڑی، اسرائیل نے زمین کو سنبھالا۔ چپاں ہزار فرشتوں کی
صلوٰۃ و سلام کی صدائوں سے فضا گونج اٹھی۔ وہ بھی کیا ساں ہوگا، ہانے والا بھی نور ہے
سواری بھی نور ہے، سوار ہونے والا بھی نور ہے، دلہا بھی نور اور باراتی بھی نور۔

براق کی رفتار: اس براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں ٹکا وہ پڑتی تھی وہاں قدم
رکتا تھا۔ ہماری ٹکا وہ عالم ہے کہ بونجی اوپر اٹھائی آن کی آن میں سورج، چاند اور
ستاروں تک جا پہنچی۔ یہ کردار ارض سے کروڑوں میل دور ہیں۔ ہم تکی ہیں اور ہماری
آنکھوں میں حموڑا سمانو رہے اور جو مجسم نور ہے اس کی ٹکا دکھایا عالم ہوگا!

روانگی جلوس: سید عالم ﷺ کی سواری تہایت شان و شوکت سے ملا ٹکا گئے جلوس میں
مہر حرام سے اٹھی۔ آسمانوں کے درپے کھول دیئے گئے تاکہ ملا جلائی کی دنیا بھی حضور
ﷺ کے جلوس کے دیدار سے شرف ہو سکے۔

مدینہ منورہ: ابتدائے سفر میں چند ٹکڑوں بعد ایک وادی آئی جس میں سمجھو کے بے شمار
درخت تھے۔ جبریل امین نے عرض کیا، حضور! یہاں آخر کروڑوں درخت لگن ادا کریں۔
آپ کی ہجرت کا وہ یہ طریقہ ہے۔

وادی امن: پھر ایک وادی سے گزر ہوا۔ جبریل امین نے عرض کیا یہ وادی امن ہے
جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کام بخشا۔

شرف ٹیلہ: حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے میں
معراج کی رات ایک سرخ ٹیلے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے
اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ روایت موسیٰ یصلی فی قبرہ۔

(یہاں اعتراض کیا جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے تو مہر انھیں میں

انبیاء کرام میں کیسے شامل ہوئے اور انکی جلدی چیتے آسمان پر کیسے پہنچ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک وقت اپنی قبر میں بھی گئے اور مسجد اقصیٰ میں بھی اور پہلے آسمان پر بھی۔ اور یہ سلسلہ ہے کہ انبیاء ایک وقت کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں اس کے لئے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ انبیاء کی امامت :- حضور ﷺ پر اہل حق پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس علقہ سے انبیاء کی سوا یاں یا تدحیٰ جاتی تھیں براق کو بھی بانٹ دیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء سابقین حضور ﷺ کے لئے قلم برداشت تھے۔ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کی حضور ﷺ سب کے امام بنے اور تمام انبیاء مقتدی بن کر چلے نماز ادا کئے اس طرح التوفیق یہ کہ جو صبر و خد اول احوال انبیاء سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ یہاں پر امر حق پر نظر رکھنا ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ میں یہ نماز حضور ﷺ نے پڑھائی اور انبیاء کرام متبیین تھے یہ روحانی نہیں جسمانی نماز تھی یہی تمام انبیاء اپنے بسوسوں کے ساتھ موجود تھے اور حضور علیہ وسلم و السلام کا یہ معراج جسمانی تھا۔ نسب انھیں انگریزی میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو کچھ احباب ملے۔ انھوں نے ان الفاظ میں آپ پر سلام پڑھا: السلام عليك يا اول السلام عليك يا اخر السلام عليك يا حاشو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور یہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء سابقین آپ کو اول اور آخر کہہ کر پکارتے تھے۔

امام ابوسعید اعلیٰ حضرت فاضل دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں جابجائی میں ہوں یعنی اول آخر کد مت است میں پیچھے حاضر جو طلعت آگے کرے تھے مسجد کرام (کہہ دے تشریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے اس سفر کو امر کی کہا جاتا ہے۔ مسجد کرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا تو قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے کہ یہ مطلقاً معراج کا اقرار کرتے ہیں اور زمین سے آسمان تک اور اس کے آگے امدادیت مشہور سے ثابت ہے اس کا اقرار بدعت و کفر اچھی ہے۔

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) سے آسمان کی طرف پرواز (عروج) :

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ براق پر سوار ہوئے اور ان دنوں واحد میں آسمان پر پہنچے۔ دریاں آسمان نے دروازہ کھولا اور رقصہ للعالمین ﷻ نے پہلے آسمان کو قدم صحت نوح سے مشرف فرمایا تو ہر طرف سے مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلے آسمان پر آپ نے ابراہیم سیدنا آدم علیہ السلام کو شرف زیارت بخشا۔ آپ کو دیکھتے ہی انہوں نے فرمایا: مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند اللہ ہمہ ما کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضور ﷺ وہاں سے دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے جہاں آپ کی ملاقات حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یونس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر اپنے پتہ کریم ابو الافیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند ولعندہ ما کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگاے بیٹھے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات مسجد اقصیٰ میں ہوئی وہ اپنے اپنے مزارات مقدسہ میں بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی اقتدار میں نماز ادا کی اس کے بعد آسمانوں پر بھی ان میں سے ابوالعوسم انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ان شواہد سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو خداوند قدوس نے یہ طاقت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ جبکہ وقتِ مسجد و مقامات پر جلوہ افروز ہو سکتے ہیں اور یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔

سدرۃ المنتہی : امام الانبیاء ﷺ ساتوں آسمانوں کے طرح طرح کے جانب و فراسب
مطابہدہ ملا حظہ فرماتے کے بعد آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو انوار ربانی کی قلعی گاؤ
تھی جس کی کیفیت الفاظ کے بیانیوں میں مانگیں تھی۔ اس منزل پر پہنچ کر جبریل علیہ السلام
نے ایک معروضہ پیش کیا جس کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں بیان فرمایا ہے
اگر ایک سرسوںے برتر پر م
فردغ قلعی ہونو و پر م
یا رسول اللہ ﷺ ! اگر ایک ہال کے برابر بھی آگے بڑھ جائیں گا تو قلعی کے فروغ سے
بھرے پڑھیں جائیں گے۔

جبریل رہتے دیکھتے اب غوثی رہائی سدرہ کے آگے کیا ہے سرکار ہائے جن

ایک یاد : معارج الہیہ میں مومن کا شہر کا شہر اللہ علیہ فرماتے ہیں جس وقت سیدنا
ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جا رہا تھا تو جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اے
لک حاجۃ یا ابراہیم میں تمام کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔
آپ نے فرمایا: اما الیک فلا تیرے ساتھ کوئی حاجت نہیں۔

جانتا ہے دوسرا یہ بھی آگ میں پڑتا ہے اب اس کا قلعی

آج جب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا میں اس (سدرۃ المنتہی) سے آگے نہیں جاسکتا تو
حضور ﷺ نے چاہا کہ اس موقع پر اس بات کا ربانی احسان آکار دیا جائے جو جبریل امین
نے ایوان نبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا۔ آپ نے جبریل امین سے فرمایا:
یا جبریل مل لك حاجة الی ربك اے جبریل کوئی حاجت ہو تو عرض کر میں جو چاہے
ماگے لو۔ مثل مثل جبریل جبریل جو چاہے مانگے لو۔ جبریل امین نے عرض کیا
مضور ! مجھے اس کی شکوری دلا دیجئے کہ جب آپ کی امت پل صراط سے گزرے والی ہو تو
میں اپنے پردوں کو چھڑاؤں اور آپ کی امت ان کے اوپر سے گزری جائے۔ حضور ﷺ نے
مضور سے دی۔ جبریل علیہ السلام کو اس بات کا نبوی علم تھا کہ حضور ﷺ کو خوش کرنے کا
طریقہ آپ کی امت کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس سے اس بات کا علم بھی ہوتا ہے

کہ آج سے دو جہاں ﷺ کی دشمنی امت کی فلاح و بھتری اور خوشی میں مضر ہے۔ یہی صراط سے امت کیسے گزرے گی اس کا منظر بھی عجیب ہوگا۔ امام المصطفیٰ فاضل بریلوی فرماتے ہیں: **یَلِیْ سَکَرًا وَرَاوِکُنَّ رَوِیْرًا**۔ جبریلؑ نے بچائیں کہہ کر فرمایا کہ یہ سید عالم ﷺ ذرا فرما رہے ہوں گے۔

وَبِیْ سَکَرًا وَبِیْ سَکَرًا وَبِیْ سَکَرًا یا اللہ! میری امت کو سلامتی سے گزار دے
دشمنوں سے آپ دھڑکے گزر جائے کہ یہ وہ سَکَرًا ہے جس سے اللہ تعالیٰ

سلسلہ حجابات (مقام قرب قوسین) ۱: سورۃ النبی سے آگے بڑھے۔ کہاں تک گئے اسے ماٹا کیا سمجھیں۔ زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ **لَئِنْ مَنَیْ فَتَنَلْیَ فَکَانَ فَاۡتٍ قَوْسَیْنِ اَوْ اَلْفَیْنِ** ﴿۸﴾ (تہم ۸) چار سو ہزار تک ہوا میرا قرب اترا آج اس جگہ سے اور اس محبوب میں وہ ہاتھ کا ٹاسلہ ہالکا اس سے کسی کم) قرب قوسین فاضل کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو دو کمانوں کے درمیان ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے انتہائی قرب و وصال (قرب کی انتہائی صورت) کو اس عام فہم قبیل سے سمجھایا ہے۔ وہاں کیا ہوا یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ **«فَاَوْحَیْ اِلَیْ غَیْبِیْہٖ مَا اَوْحَیْ»** ﴿۱۰﴾ (تہم ۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی (جو اللہ تعالیٰ نے چاہی وحی فرمائی) پھر شاہد مستور راز کی لے چھوڑ دے پردہ اٹھایا اور ظہور کا دروازہ میں باز و عجاز کے وہ پیغام دکھا جو نے جن کی لطافت و نزاکت ہمارا الفاظ کی تحمل نہیں ہو سکتی۔

رب تعالیٰ سے تعکلی : پھر خالق کائنات سے بحکامی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے عرض کیا: **التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیْبَہُ** (میری تمام قربی نامی اور دینی مہارتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں) رب تعالیٰ نے فرمایا: **السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ** (میرے محبوب! سچے لئے سلامتی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ابھار کر آجیاں)۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سلام کو قبول فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی اس سلامتی میں اپنی امت

کے کتا و گارلوگوں کو) اپنے ساتھ ملا کر (نیز و تیکو کاروں کو بھی شامل کیا) عرض کیا: السلام علیہما وعلیٰ عباد اللہ الصالحین (سلامتی ہو ہم پر) (یعنی میرے ساتھ میری امت کے کتا و گاروں پر بھی) اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر (پھر بارگاہِ خداوندی میں سے ہر کچھ عطا ہوا ہو دیتے ہو) اور لینے والا جائے۔

أمت کی معراج : اسی مقامِ قرب اور گوہرِ خلوت (مقامِ قربِ توسل) میں دیگر انعاماتِ تغیر کے علاوہ حضور ﷺ کی امت کے لئے معراج عطا فرمایا اور وہ معراج ہے نماز۔ الصلوٰۃ معراج المؤمنین نماز مومن کے لئے معراج ہے۔ پچاس نمازیں عطا کئے گئے۔ حضور ﷺ واپس آئے تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے۔ انھوں نے معراجِ حق کیا کہ آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی کہ آپ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جاسیے اور تم کراہیے۔ حضور ﷺ پھر بارگاہِ رب العزت میں پہنچے اور تحقیر کے لئے اٹھ کی۔ پانچ نمازیں معاف ہو گئیں۔ واپس آئے تو پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی بہت زیادہ ہیں پھر جاسیے۔ جاتے رہے اور آتے رہے پانچ پانچ کم ہوتی رہیں۔ پانچ نماز کی تعداد پانچ کر دی گئی اور تو آپ پچاس کا ہی رہا۔

ایک سوال : جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپ فرمیں نمازیں پانچ ہی رہ جائیں گی تو پہلے پچاس کیوں عطا فرمائیں؟ اس کے جواب کے لئے صرف اتنا سمجھ لیتا ہی کافی ہے کہ پروردگار عالم یہ چاہتا تھا کہ میرے حبیب کو بار بار معراج ہو اور موسیٰ علیہ السلام کا کام بھی ہوتا رہے۔ موسیٰ وہ آنکھیں دیکھتے ہی رہیں جو محبوبِ حق کو کچھ کراہی ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کی مدد : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسلمانوں کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دی۔ یہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے تقریباً تین ہزار سال بعد کی۔ آپ بھی اور ان شاء اللہ قیامت تک حضورِ انور ﷺ کے نام کی مدد سے کارِ مومن بنے ہیں۔

جسٹافی معراج : شرح وفاقہ میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو معراج جسٹافی ہائے میں ہوئی۔ صرف روحانی معراج کا قائل ہونا بدعت و گمراہی ہے۔ حضرت عقیق شافعی رحمہ اللہ و بلوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معراج میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، چہرہ سمایہ کا ٹپکا مذہب ہے۔ ساتوں آسمانوں پر جنت و دوزخ اور عرش و کرسی تک بلکہ اس سے بھی آد پر حالت بیہوشی میں اپنے جسم کے ساتھ پتھر لپٹ لے گئے۔ شہزادہ حضور فوت اعظم رحمہ اللہ محدث اعظم ہند سید محمد رفیع ثانی بیٹائی فرماتے ہیں:

اگر قدم ٹوٹ پڑے ہے ایک قدم عرش پہ ہے
ان کو نزدیک ہے جو آواز ہے بکبان اللہ

یہ سطر عیاں نہیں کہ جتنا کم بھگ کرتے ہوئے حضور گئے ہوں اور اسی محفل سے واپس آ گئے ہوں نہ کچھ دیکھا نہ سنا بلکہ مجھ کا کات کے ہر ہر قطرہ نگہ میں جنت کی ہر ہر چٹی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت عظمت، علم اور حکمت کے چہرے کرشمے تھے سب بے غائب اپنے محبوب کو دکھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی نبی اور فرشتہ کو بھی نہ حاصل ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کا وسیع ارہوا اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیا "ہی کو معراج" کہتے ہیں:

غیب کیا چیز ہے اذکیر آئے ہیں دو غیب القیب
یعنی وہ احوال جو مشہور ہے بکبان اللہ

امام ابلس علی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اگر کوئی غیب کیا تم سے کہاں ہو کمال
ہم نہ لکھ لکھنا کہ یہ کراہی اور

سفر معراج سے واپسی : سید عالم رحمہ اللہ معراج سے واپس آنے کا بھی یہاں راستہ گاموں تھا، سپید و سرخ کتیں نام و نشان نہ تھا۔ زچہ ابھی مل رہی تھی، مسٹر گروم تھا اور وضو کا پانی بہ رہا تھا۔ (تکبیر روح المعانی)

یہ سافٹ وینک بڑی طویل ہے۔ اس سفر میں چوٹی آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے اسی لئے وہ اول جو نور ایمان سے خالی تھے انہوں نے اسے اسلام اور واقعی اسلام کے خلاف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا۔ کئی ضعیف ایمان کو کون کے پاؤں ڈمکا گئے

نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں یقین کا چراغ روشن تھا انہیں تشعنا کوئی پریشانی اور تکلیف نہیں ہوا۔ اور نہ دشمنان اسلام کی جرز و سرانی اور ٹوٹا آرائی سے دو متاثر ہوئے۔ ابو جہل نے یہ واقعہ سنا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا کیا تم نے یہ سنا ہے کہ محمدؐ کیا کہتے ہیں؟ کیا یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اتنی جلدی بیت المقدس اور آسمانوں کا سفر طے کر لیا جائے۔ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے با اہمک جواب دیا کہ اگر میرے آقاؐ ہوا لے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً کچھ ہے **لَعَنَ قَالَ لَسَدَقَ**۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے صدیق کے بغیر مفرج کی تصدیق کر دی۔ اس صبح آپ صدیق اکبرؓ کے القاب سے سرفراز ہوئے یعنی ”سب سے بڑا تصدیق کرنے والا“۔ (معراج حسینی کا فاضل صدیق ہے اور شہر ابو جہل ہے)

قَالَ : ابو جہل نے حضور ﷺ کو کہا کہ کیا آپ یہ بات پوری قوم کے سامنے بھی کہنے کے لئے تیار ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلیک۔ ابو جہل نے گفتار کو نکال دیا تب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے تالیوں بجا نہیں اور حضورؐ اڑایا۔ ایک کافر نے کہا میں معلوم ہے کہ آپ آج تک بیت المقدس نہیں گئے۔ بتائیے اس کے ستون اور دروازے کتنے ہیں؟ فوراً پھر اہل امن نے بیت المقدس کے سامنے کر دیا اور حضور ﷺ نے ستون دروازے سب بتا دیئے۔ گفتار نے کہا ”ہو ملتا ہے کسی سے سن کر یاد کر لے ہوں گوئی ایسی بات بتاؤ جتنی ہو۔ ایک کافر نے کہا ہمارے تجارتی قافلے آنے والے ہیں۔ کیا آپ نے انہیں راستے میں نہیں دیکھا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ہاں! جن قافلے دیکھے ہیں۔ پہلا قافلہ مقام روحا میں دیکھا ہے یہ قافلہ بدھ کے روز سومرنی غروب ہونے تک یہاں تک پہنچ جائے گا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا ایک اونٹ نہم ہو گیا تھا اور وہ تلاش کر رہے تھے۔ وہ سخت پریشان تھے میں نے انہیں آواز دی کہ فلاں جگہ اونٹ موجود ہے۔ وہ حیران ہوئے کہ یہاں گھڑی آواز کیسے؟ دوسرا قافلہ مقام ذی حردہ پر تھا۔ یہ قافلہ بدھ کے روز دو پہر تک یہاں تک پہنچ جائے گا۔ ان سے دو آدمی اونٹ پر سوار تھے

جب ان کے پاس میرا براق چینی سے گزرا تو اونٹ ڈر گیا اور دونوں سواریوں کو نیچے گرا دیا۔ تیسرا قافلہ مقام محکم پہنچا۔ اس قافلے کے آگے آگے دھاری دار اونٹ چل رہا تھا۔ ایک شخص سوار کو سردی لگ رہی تھی اور وہ اپنے کلام سے کھلنا بک رہا تھا۔ یہ قافلہ قریب آگیا ہے۔ صبح سورج طلوع ہوتے ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ جس طرح سید عالم ﷺ نے فرمایا بعد اسی طرح ہوا اور قافلوں کی آمد کے پروگرام میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ پھر کفار نے قافلے والوں سے وہ نشانات دریافت کئے جو حضور ﷺ نے فرمائے تھے اور انہوں نے اس کی تصدیقیں کیں۔ بہت سے کفار نے اسلام قبول کیا۔

معیارِ تصدیق : اہل ایمان کے نزدیک کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت کا انحصار اس پر نہیں تھا کہ ان کی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر پابیاں کے سامنے کبھی چڑ کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے۔ ان کا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ ہمارے وضع کیے ہوئے قواعد و ضوابط اس کی قدرت کی بھگدوشیوں کو محدود نہیں ہو سکتے اور جو اس واقعہ کی خبر دینے والا ہے وہ اسکا چاہے کہ اس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں پاسکتا۔ جب اس نے بتا دیا جس کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس قدرت والے نے ایسا کیا ہے جو غُلّیٰ کُلّیٰ یُفٰیقُو (ہر چیز پر قادر) ہے تو پھر وہ امکان و عدم امکان کے پکار میں کیوں پڑیں۔ اس لئے جب وہ اس کی تصدیق کو جرمِ کعبہ میں نبی برحق ﷺ نے کفار کے بھروسے میں اس غلابہ ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ دھمکوں میں مبتلا ہو گئے۔ بعض نے عافہ انکار کر دیا اور بعض نے بلا جوں و چرا تسلیم کر لیا۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ لیکن آج صورت حال قدرے مختلف ہے۔ ایک گروہ تو وہی منکرین کا ہے۔ دوسرا گروہ وہی ماننے والوں کا ہے لیکن اب تیسرا گروہ بھی نمودار ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اذہان اس شعرِ گروہی ملیں اور مادی جہرتی کے طغیانیوں میں اور ادھر اسلام سے ملتی ان کا رشتہ ہے۔ نہ وہ اسلام سے رشتہ توڑنے پر رضامند ہیں اور نہ اپنے اپنی مریجوں کے حرکات و انحرافات کو گمراہی کی

ہست رکھتے ہیں۔ تا چاروہ اس واقعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ واقعہ کا نام تو بردہ ہوتا ہے لیکن اس کے سارے حسن و جمال پر پانی بھر چاتا ہے اور اس کی معنویت کا عدم برہنہ جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے طریقہ کار پر بڑے مطمئن نظر آتے ہیں۔ وودل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام پر وارد ہونے والا ایک بہت بڑا اعتراض دور کر دیا۔ اس لئے ہمیں منتظر اذیتیں گرہوں کو ایسے دلائل فراہم کرنا ہیں کہ اگر وہ قلعہ کو بالائے طاق رکھ کر ان سے قاعدہ اٹھانا چاہیں تو اٹھائیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کی شان کبریائی پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور مظلوم بنو ہدایت و صلیت خلق کا کائنات سہنا دہ مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سپہا رسول مانتے ہیں ان کے لئے قواعد معراج کی صداقت پر اس آیت کریمہ کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسی سولہ پر اس آیت علیہ کی مختصر تفسیر کی جاتی ہے۔ آیت کا آغاز 'سُبْحَانَ' کے کلمہ سے کیا گیا۔

سُبْحَانَ کے معنی: 'سُبْحَانَ' کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ علامہ زحری لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام ان کمزوریوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کنار اللہ تعالیٰ کو مجہم کرتے تھے۔ علامہ آجوبی نے حضرت عظیم رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کا جوار شہادہ نقل کیا ہے وہ بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے۔ سبحان کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقائص سے مبرا اور ہیبت سے پاک ہے۔ اسی کے لئے دلیل کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی دعویٰ دلیل کے بغیر قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔ بطور دلیل ارشاد فرمایا اَللّٰہُ اَسْمٰوِیْ بِغَنَدِہٖ کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں دنا طویل سفر طے کرایا اور اپنی قدرت کی تازیانی بڑی نشانیاں اور آیات و معجزات دکھائیں۔ جو ذات اسے طویل سفر کو اسے طویل وقت میں طے کرا سکتی ہے واقعی وہی قدرت ہے چاند ان کی عظمت دیکھ کر اس سے اور اس کی کبریائی کے دامن پر کسی کمزوری اور بے بسی کا کوئی داع نہیں۔ تو جس واقعہ کو

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معصومی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا اہم عظیم ایٹن اور معجزہ تعالیٰ واقعہ ہوگا۔ اس لئے معراج کا اٹھا رگڑنا گویا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سبوت کی ایک قرآنی دلیل کو مضہم کرنا ہے۔

اسریٰ کے معنی: 'اسریٰ' رات کو سیر کرانے کو کہتے ہیں۔ یہ سزرات کے وقت ہوا لیکن اس ستر میں ساری رات ختم نہیں ہوئی بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں اسے طبعیتان اور مالیت سے لے پایا۔ اسریٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں چند نکات نہایت ہی قابل توجہ ہیں: (۱) اس واقعہ کو ستر کے بجائے سیر سے تعبیر فرمایا کیونکہ ستر بعض اوقات مجبوراً کیا جاتا ہے جبکہ سیر حالت خوشی و سرور ہی ہوتی ہے۔

(۲) ستر میں ضرورت نہیں کہ اتنے دور ان ستر پر شے کو دیکھے ہاں سیر میں اس کی نظر اشیاء کی طرف متوجہ رہتی ہے یہی وجہ ہے آپ ﷺ زمین کے اوپر کے احوال سے ہی نہیں بلکہ اس کے نیچے کے حالات سے بھی آگاہ ہو رہے تھے مثلاً فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہا تھا وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

(۳) سیر کرنے اور کروانے میں بھی زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ جب آدمی طویل سیر کرتا ہے تو ممکن ہے اس کی نگاہ سیر گاہ کی ہر شے پر نہ پڑ جائے لیکن جب وہاں کا انچاری یا گلیزیر کروانے کا تو پھر کبھی شے کے اوپر نہ پڑ جائے گا۔ لیکن کہاں؟ مثلاً ہم غالباً گمر (میزیم) جاتیں اور وہاں کا سیر کر رہے ہیں سیر کر دے تو وہاں کا کونسا گوش اور چیز ہوگی جو ہمیں نہیں دکھائے گا۔ بلکہ اس کی کوشش کیا ہوگی کہ کوئی چیز ان دیکھی نہ رہ جائے۔

ذرا سوچئے جب سیر کروانے والی خود خالق کائنات کی ذات ہو اور وہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کو سیر کروائے تو کائنات کا کونسا گوش ہوگا جو آپ کے سامنے نہ لایا گیا ہوگا؟

رات میں سیر کروانے کی حکمت: اہل علم و معرفت نے معراج کے لئے رات کے انتخاب کی بھی متعدد شکستیں بیان کی ہیں۔ (۱) رات وقت خلوت ہے (۲) اہل ایمان کے ایمان بالغیب میں اضافہ اور متکبرین کے لئے تڑیاؤں آؤ مانع ہو (۳) رات کو دن پر

فضیلت بھی حاصل ہے کیونکہ ہر رات میں ایسی گھڑی آتی ہے جس میں ذمہ قبول ہوتی ہے جب کہ سوائے جمعہ کے کسی دن کو یہ فضیلت حاصل نہیں (۳) رات پہلے جب کہ دن بعد میں آتا ہے (۵) نزول قرآن کی ابتدا، رات میں ہوئی ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (۶) سب سے بڑی نعمت دیدار الہی ہے اور یہ بھی حضور انور ﷺ کو رات میں ہی تعین ہوا۔ معراج کے علاوہ بھی متعدد اعانات و معجزات ایسے ہیں جو حضور ﷺ کو رات کے وقت عطا کئے گئے مثلاً معجزہ شق القمر ہجرت رات کو ہوئی، عارفوں میں داخلہ اکمل طور پر حضور ﷺ مندرجات کو فرماتے "ارشاد گرامی ہے: علیکم بالجلجلة فان الارض تلوی باللیل رات کو سلا کیا کرو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

عید کے معنی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید عالم حضور نبی کریم ﷺ کو جن کمالات و اغیازات سے نوازا ان میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عیدیت کا مقام ہے۔

عربی زبان میں عید کا معنی ظہام اور بندہ کے ہیں اور گھٹی کے عید ہونے کو عیدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عید کے معنی وظہیم کے پارے میں عام لوگوں کے ذہن میں ایک نفل بھی ہے کہ لفظ عید کا اطلاق صرف انسان پر کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ الہی معنوی وسعت کے اعتبار سے لفظ عید جملہ موجودات کا نکتہ کو محیط ہے کائنات ارضی و سماوی میں موجود ہر چیز بارگاہ رب العزت میں عید کا درجہ رکھتی ہے۔ حضور ﷺ کو جسسانی معراج و عیداری کی حالت میں ہوئی کیونکہ فرمایا گیا **بعیدہ** اپنے بندہ کو لئے گیا اور بندہ جسم و روح دونوں کا نام ہے۔

عبادت کے لائق صرف خالق کائنات کی ذات ہے جب کہ خلقت کے اعتبار سے عالم ارضی اور عالم بالا سے تعلق رکھنے والی ہر چیز جنہاں انس و جانہ حیوانات و نباتات و شجرات و جمادات کی کائنات محیط کے ہر ہر گوشے میں پائی جانے والی ہر چیز اپنے خالق و مالک کے ساتھ رشتہ بندگی میں منسلک ہے۔

'عید' کے معنی عید بھی ہوتے ہیں اور ظہام و خادم کے بھی ہوتے ہیں جب عید کو اللہ تعالیٰ

کی طرف نسبت کیا جائے گا تو ”عبیدہ“ کے معنی عابد ہوں گے اور یہ نبیؐ کی طرف نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم و غلام۔۔۔ لہذا عبیدہؓ انہی کے معنی میں کا تمام قرآن کریم فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ﴿قُلْ يٰعِبَادِیْ اِذْ فَرَاوْهُ﴾ (یعنی اپنی آست سے فرماؤ) اسے میرے بندہ ﴿قُلْ يٰعِبَادِیْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾ (الزمر/۵۳)

تم فرمادو کہ اے میرے وہ بندہ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید و مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گنہگاروں کو بخش دیتا ہے۔

اس آیت میں ﴿یٰعِبَادِیْ﴾ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بندے ہیں یعنی غلام اور خادم کے معنوں میں بندے کہا گیا۔ اب اس آیت کے یہ معنی ہونے کے اسے محبوب فرمادو کہ اسے میرے غلامو!۔

اب اس خطاب سے گھار خود بخود نکلیں گئے کیونکہ حضور ﷺ کے غلام اور خادم تو مسلمان ہی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ’ازالة الخفاء‘ میں حدیث نقل کی ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرمایا کہ انت عبیدہ و خادمہ میں حضور ﷺ کا بندہ اور خادم ہوں۔

صحابہ کرام نے بھی بار بار فرمایا کہ کفنت الانامعبیدہ و خادمہ میں حضور ﷺ کا بندہ اور خادم ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بعبدہ کے لفظ سے فرمایا گیا۔ جس کی متعدد تفسیریں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے حضور ﷺ کی بے مثل رفعت شان اور علو مرتبت کو دیکھ کر امت اس کا چاہی میں جتنا نہ ہو جائے جس میں عیسائی کمالات جیوتی کو دیکھ کر جتا ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ بارگاہِ مصداقیت میں مقام قساہن قوسین لؤلؤ المنیٰ پر کافز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا ہم اشرفک یا محمد اسے سراپا محمد ستائش! آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں تو حضور ﷺ نے یہاں

مرض کی ينسبتي اليك بالعبودية مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے مشرف فرما۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر معراج کے وقت اسی لقب کو ذکر فرمایا جو اس کے محبوب نے اپنے لئے خود پسند فرمایا تھا۔

عبد کی اقسام :

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی عبد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے عبد ہے عبد کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

عبد رقیق : اس سے مراد وہ مملوک غلام ہے جو بچہ پنی طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو۔ عام مومنین خواہ عاصی ہوں یا مطیع سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلام عبد رقیق کے ہیں (واکرمہ اسلام میں داخل ہونے والے سب افراد عبد رقیق کا درجہ رکھتے ہیں) عبد رقیق : اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں جو اپنے آقا سے دور چلا گیا ہو تمام کفار مشرکین متنافقین اور بد مذہب اسی زمرہ میں آتے ہیں۔

عبد ماذون : عبد ماذون وہ غلام ہے جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت صلاحیت استعداد اور غولی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا بچنا خریدنا لینا دینا سب گھبراہٹ کے مالک کا بچنا خریدنا لینا دینا تصور ہوگا۔ (سبحان اللہ تعالیٰ) غلامی وہاں غلام سید احمد علی علیہ السلام)۔

اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین ہر عبد ماذون کے ہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک کے قرب کے مطابق ماذونیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔ عبد ماذون مختلف درجات طے کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے حضور ﷺ ماذونیت کے بلند ترین مقام پر ہیں اور آپ ﷺ ہی کی عبدیت معراج سے سر فراز ہوئی۔ ساری کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں۔ اس لئے حضور ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے

میں دعاؤں میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (پرواز ۵۵: ۲۵) وہ کوئی ہے جو اس کے یہاں شفا دے کرے ہے اس کے حکم کے۔

مفسر موصوفہ علیہ السلام قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہ الہی میں اذن پا کر شفا فرمائیں گے۔ ہر کام ہاں اللہ تعالیٰ تو حید ہے۔ اذن کے شفا کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ تین تو حید ایذا ہے عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الہی ہونا اور نہ ہونا تو حید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن اللہ صاحب رواد کے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے
اذن و بحکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی چلک چھپکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں
چلا سکتا ہے اور اگر یہ حقیقہ ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و بحکم کے بغیر یہ اولیاء انجام دے سکتا ہے تو
بالشیبہ و مشرک ہو جانا ہے۔ ﴿۱۰﴾ ﴿۱۱﴾ ﴿۱۲﴾

سفر معراج اور رب تعالیٰ کا عرفان : ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ﴾ پاک
 ہے وہ جو نے کیا اللّٰہی اُسوہ کا بولہ رشتہ استعمال کیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ موصوف اس
 وقت تک سمجھا نہیں پاسکتا جب تک کہ اس کی عقل کو نہ سمجھے۔ جس طرح عالم کو علم ہے، عقل
 کو فطرت ہے، قاری کو قرآن ہے اور ارفع کو رفعت سے سمجھا جاتا ہے۔ اگر گھڑا کی
 معرفت سمجھنا ہو تو اللّٰہی اُسوہ سے سمجھا جائے۔ اب معلوم ہے ہوا کہ یہ بندہ کی سیر بھی
 بسیر ہوئی۔ اللّٰہی اُسوہ کا عرفان اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ سیر کرنے
 والے بندہ کا عرفان نہ حاصل ہو۔ حدیث قدسی ارشاد فرمایا کُنْتُ اُخْفِیَا
 وَاُحَبِّیْتُ اِنْ عَرَفْتُ فَطَلْتُ فَوَدَّ مُحَمَّدٌ مِّنْ اَیِّکُمْ مَّیْمَانًا فَتَابَسَّ جِبِّیْ مِّنْ
 چاہا میرا عرفان ہو تو میں نے نور محمد کو پیدا کر دیا۔ نور محمد کو تم بتانا چاہو گے اتنا ہی عرفان
 خداوندی حاصل ہوگا چنانچہ ہم ملت نور محمد کی سمجھیں تو ہر ملت خداوندی کی سمجھ میں آئے۔
 اُن کو جب تک نہ مانو گے مجھے بھی نہیں مان سکتے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

سورج کا تھمس لیا جائے اور اس شیشہ میں لٹھری کیا جائے تو یہ بال آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذرات پاک بھی قدرت الہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات و صفات کو زمین و آسمان کے ذریعہ جانتے وہ موجود ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچاننا ہو تو یوں پہچان لو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مظہر ہیں اور معرفت الہی کا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بچھانے بچھ نہیں سکتا۔ یہ نہ پہچاننا کہ وہ اللہ ہے، نہ دیکھنا کہ وہ اللہ ہے، نہ جاننا کہ وہ اللہ ہے۔ تو رب تعالیٰ نے اپنا وسیلہ معرفت بنا دیا سیدنا محمد تعالیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ اس لئے فرمایا **الذی اُسرّی** یوں بھی کہا جاسکتا تھا **الذی اذهب یا الذی ذهب** یہ ان سب کے معنی 'لے گیا' ہے مگر نصیحت سے اسریٰ کیا نہ فرمایا جب کہ **ذهب** بہ 'اذهب' کے معنی دہاں ہیں یعنی 'لے گیا' اسریٰ اور **ذهب** بہ 'اذهب' سب ایک تاؤ کہ فرق ہے۔ وہ یہ کہ **ذهب** بہ اور **اذهب** میں بچھانے والے کا ساتھ رہنا ضروری نہیں مگر اسریٰ اس بچھانے والے کو کہیں گے جو بچھا بھی رہا ہے اور ساتھ بھی ہے۔ وہاں **اذهب** اور **ذهب** بہ نہیں ہو لیں گے جہاں بچھانے والا ساتھ نہ ہو۔ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ تو وہاں تھا وہاں کس نے لے لیا؟ وہ تو یہاں سے وہاں سے پاک ہے۔ دیکھو میرے رسول کا سفر شروع ہوا تو قدرت الہیہ ساتھ تھی۔ قدرت الہیہ ان کی ہدایت میں قدرت الہیہ ان کی نجات میں۔ قدرت الہیہ ان کی رفتار میں قدرت الہیہ ان کی گفتار میں۔ بچھا بھی وہ رہا ہے اور ساتھ بھی وہی ہے۔ پہلے سمجھو اسریٰ کو یہ میری بات ہے۔ سیرت کی سوسائٹیں نہیں دہرا کرتی، یعنی سیرت و تفریق کے لئے آپ دور تک نہیں جائیں گے جہاں چاکر پریشان ہو جائیں گے۔ سیرت و تفریق آتی ہی کھینچتی ہے جہاں آسانی سے گئے آسانی سے چلے آئے۔ یہاں اسریٰ کی بات دہری ہے۔ مقام **فقد اُسرّی** پر پہنچے اور یہاں انکی مسافت کو طے کیا اور بات سیرت و تفریق ہی کی رہی نہ کوئی حسن ہے نہ کوئی پریشانی ہے۔ جانے والا گیا اور پلٹ کر چلا آیا۔ وہی اجماع ہے وہی کشادگی ہے۔ یہ دیکھو یہ بات جو ہے سیرت و تفریق ہی کی بات ہے۔

الذی اسری سے پہلے اسری کو سمجھو اور اسری کو سمجھنے کے لئے یہاں والے کو سمجھو۔
 یہاں والے کو سمجھنے کے لئے یہاں والے کا سمجھنا ضروری ہے۔ سیر کرانے والے کو سمجھنے
 سے پہلے سیر کرنے والے کو سمجھو۔ کوئی سیر کرنے والا ہو گا جب سیر ہوگی پھر کوئی سیر کرانے
 والا ہو گا۔ ذرا سامعہ و قراؤد! سب سے زیادہ بنیادی عقیدہ کیا ہے۔ آپ کہیں گے
 عقیدہ توحید۔ یہ تو بالکل بنیادی چیز ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ توحید پر آپ ایمان لائے
 ابھر مسلمان نہیں بن سکتے تو کبھی چیز پر ایمان لانے سے پہلے کیا جانے؟ یہ نہیں ممکن ہے کہ علم
 نہ ہو اور ایمان آپ لے آئیں۔ علم نہ ہو اور آپ تصدیق کریں! علم نہ ہو اور آپ مان
 لیں! ایسی بات تو ممکن نہیں۔ معلوم یہ ہو کہ ایمان سے پہلے علم چاہئے۔ اور علم سے پہلے
 ذریعہ علم چاہئے۔ توحید و توحید بہت سی ضروری عقیدہ ہے مگر اس کا علم کیسے ہوگا؟ اس
 لئے کہ بغیر علم کے ہم توحید کو مان نہیں سکتے۔ عقلاً یہ محال ہے کہ کسی چیز کا علم ہی نہ ہو آپ
 اُسے مان لیں۔ تو اس کے لئے کیا ہے پہلے علم اور علم سے پہلے ذریعہ علم۔ اب ذریعہ علم کی
 تلاش کرو۔ کس نے ایک خدا کا پتہ کیا؟ کس نے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کہا۔ معلوم
 یہ ہوا جب ذریعہ علم کی ہم تلاش کریں گے وہ ذریعہ علم ذاتِ اقدس سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ
 کی ہے پہلے ان کو تم سمجھو گے۔

ایمان کیا ہے؟ ایمان کہتے ہیں التَّصَدِيقُ بِمَا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ، دل کی سچائی
 کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی بھلے چایات کو مان لینا ایمان ہے۔

ایمان ایک نہایت ضروری چیز ہے مومن کی زندگی کا لازمی ایمان ہے۔ ایمان
 اگر نہیں تو اسے آپ انسان تو کہہ سکتے ہیں مومن نہیں کہہ سکتے۔ ایمان یعنی حضور ﷺ کی الٰہی
 ہدایت پر تصدیق اس وقت تک ممکن تھی نہیں جب تک لانے والے کی تصدیق نہ
 ہو جائے۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ دُخْتُ ہے مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللہ ناجی ہیں۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کا
 پیغام دیکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو سنا لیا۔ حضور ﷺ نے چالیس
 سال تک خاموش اور مٹائی زندگی گزار دی اور اس کے بعد فاران کی پٹ پٹی سے اپنی قوم کو نکال دیا

اور یہ چہا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ سب نے کہا صادق و امین۔ چے دیا متہ از۔۔۔ الغرض بہت تعریف کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمہیں تباہ کر دینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے؟ سب نے کہا کہ آپ کبھی ٹھوٹے نہیں ہوئے آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم مان دیکھے لشکر کو مان دے ہو تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خدا کو مان لو۔ **تولوا لا الہ الا اللہ فتلحوا۔ لا الہ الا اللہ** کہو لا الہ الا اللہ۔ حضور ﷺ نے **لا الہ الا اللہ** کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنے ذات کو سبھا یا اور منوا کیا۔ اس لئے کہ **لا الہ الا اللہ** دعوت ہے محمد رسول اللہ اچھی ہیں **لا الہ الا اللہ** پرایت ہے محمد رسول اللہ ہادی ہیں **لا الہ الا اللہ** ذکر ہے محمد رسول اللہ ذکر ہیں۔ **لا الہ الا اللہ** ارشاد ہے محمد رسول اللہ ترجمہ ہیں **لا الہ الا اللہ** کلام ہے محمد رسول اللہ حکم ہیں۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو حاکم کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔ رسول نے تبلیغ کا جو طریقہ ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ذات رسالت ﷺ کو منوا اور سبھا۔۔۔ پھر لوگ اللہ تعالیٰ کو خود ہی مان لیں گے۔ رسالت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی وحید کی دعوت کو قبول کیا جائے گا۔ اب تبلیغ کا وہ طریقہ جس میں رسول کی عظمت و رفعت کو نہیں منوا یا جاتا بلکہ صرف **لا الہ الا اللہ** کو سبھا لے اور منواتے ہیں زور دیا جاتا ہے وہ طریقہ خود ایک دعوت ہے اور وہ بھی دعوت سید۔۔۔ **اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی ہانی** تصلی علیہ ایہا کہیے ہو سکتا ہے کہ تم قول کو مانو جس کو نہ مانو۔ ہدایت کو مانو ہادی کو نہ مانو۔ ارشاد کو مانو ترجمہ کو نہ مانو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دعوت کو مانو داعی کو نہ مانو۔ اس لئے اسلام کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منوا دے۔ ڈار یہ علم ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر دوستو یہاں یہ سوچنا کہ ہمیں ڈار یہ علم بھی ملا اور علم بھی حاصل ہو گیا اب اس ڈار یہ کی ضرورت کیا ہے؟ یعنی ہمیں علم بھی مل گیا اور ایمان بھی۔ اب کیا

ضرورت ہے محمد عربیؐ کی۔ وہ جزیرہ میں تھی قحطی مل چکی ہے مگر یہ جلاؤ خدا کی معرفت کے دروہات کتنے ہیں؟ معرفت الہی کے مراتب کتنے ہیں؟ معرفت الہی کے دروہات کا ہب تم یہ نہیں لگاتے اور معرفت الہی ہب غیر متناہی ہے جو معرفت کرانے والا ہے اس کی ضرورت کا سلسلہ بھی غیر متناہی ہی ہے۔ یہ ایسا سلسلہ ہی نہیں جو کہیں ختم ہو۔ یہ سفر ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کی ضرورت ہوگی۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ سارے سفر رخصت حیات کتنے ہی ختم ہو جاتے جیسا ماری سافٹین ختم ہو جائیں گی۔ حیات کی گاڑی ٹھہری آپ کے سارے مقاصد ختم۔ ساری خواہشیں ختم۔ ساری تمنا کیں ختم۔ سارے سفر ختم۔ ٹھہرے رسول کی ضرورت اب بھی ختم نہیں! قبر میں وہی ہے۔ مٹی میں وہی ہے۔ میزان پر وہی ہے۔ پٹی صراط پر وہی ہے۔ ختم کے دروازہ پر وہی ہے۔ جنت کے دروازہ کھولنے والے وہی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں جہاں ہم نے رسول کی ضرورت کبھی بھی نہیں اور وہاں تو کبھی کبھار ہے ہیں۔

﴿شَلٰحِدْنَ الَّذِيْ اٰتٰنِيْ بِغَفْلَةٍ﴾ اے کیا اپنے بندہ کو ۔ یہ نہیں کیا کہ مجھ پر اپنے
 نبی کو نے کیا ۔ نہیں تھا کہ رسول اے رسول کو ۔ شعی کا کافہ اختیار کیا رسول
 کا ۔ بلکہ عبد کا کافہ استعمال کیا ۔ یعنی اپنے بندہ کو ۔ یہی رسول کے اسباق کو بیان کرنے
 کے لئے قرآن میں کہیں کہیں انسان کا کافہ بھی استعمال کیا گیا ہے ﴿اَخْلَقَ الْاِنْسَانَ عَلِفَ
 الْاِيۡمٰنِ﴾ مختصر میں کہتے ہیں یہاں انسان سے مراد انسان کے فرد کا کلی سیدنا محمد رسول
 اللہ ﷺ ہیں تو انسان کا کافہ بھی یہاں اختیار کیا جاسکتا تھا ۔ اسویٰ بالا انصافہ یعنی انسان
 کا کل کو لے لیا مگر تو نبیہہ کا کافہ ہے تو رسولہ کا اور نہ انسان کا ۔ یہاں بعدہ
 کا کافہ ہے ۔

معراج عبدیت :

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ﴿۱﴾ پاک ہے جو لے گیا ہے بندے کو۔

حضور ﷺ کا عظیم الشان معجزہ: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ

کا ذکر ﴿یَعْلَمُوهٗ﴾ پانچوں کے لئے ہے۔ جس کی متعدد تفسیریں ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی پہلی رخصت شان اور طہر حبت کو کچھ گرامت اس لحاظ نہیں میں جتنا نہ ہو جائے جس طرح عیسائی کالائے عیسوی کو کچھ گرامت ہو گئے تھے۔

سمران کے بیان میں عہد و قرا کر ان حقیقت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ داؤد اور اس قرب عظیم کے جو شب معراج میں میرے حبیب ﷺ کو حاصل ہوا وہ میرے عہد ہی ہیں مجھ سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ کی عہد ہے لیکن جس کو تمام عہد اکائین میں سب سے زیادہ کامل اور عہد اکمل کہا جاسکے وہ وہی ہے جسے عہد سے تعبیر فرمایا ہے عہد کے معنی ہیں اللہ کا بندہ اور اللہ کی بندگی کا سب سے بڑا کامل اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزہت کی سب سے اعلیٰ اور معراج میں اس عہد مقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب نصیب ہوا اور مرتبہ قاپ قوسین کی نزہت حاصل ہوئی وہ اولین و آخرین میں سے آج تک نہ تو کسی کو حاصل ہوئی ہے نہ ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے جملہ عہد میں عہد کامل صرف عہد ہے۔ (سمران النبی ﷺ)۔ غزالی دوران علامہ سیّد احمد سعید علیہ الرحمہ)۔

حضور نبی کریم ﷺ اُنیا میں شان رسالت سے تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی یادگار میں شان عہدیت سے حاضر ہوئے اس لئے یہاں عہد فرمایا۔

نبی کریم ﷺ روف رحیم کے ہزار لقب اور صفاتی نام ہیں مگر آج ’رسولہ‘ حبیبہ ’مزلہ‘ ’مدائن‘ ’سنت‘ ’طلہ‘ نہیں فرمایا بلکہ ’عہدہ‘ فرمایا۔ یہ اس لئے کہ رسول نبی و مجرہ قانونی اور عہدے کے نام ہیں وہ دفتر اور دربار میں بولے جاتے ہیں لیکن آج تو اپنے گھر روائی ہے لہذا اکھر ملے لقب بولا گیا۔ یا اس لئے کہ بندوں کے پاس مجھے تو رسول نبی رحمت عالمین بن کر گئے آج اپنے رب کے پاس آ رہے ہیں لہذا ایسی لفظ مناسب یا اس لئے کہ اسے کائنات والو تم ہمارے حبیب کو پکارو تو؟ کاموئی یا رسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو۔ ہم پکاریں تو ﴿یَعْلَمُوهٗ﴾

تفسیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان تک گئے تو نصاریٰ نے ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ احمد مجتبیٰ حضور ﷺ کو لوح و قلم سے آگے نکل گئے۔ کہیں یہ و کج کہہ کوئی تہرا نہ ہو جائے اس لئے فرمایا ﴿یَعْلَمُوهٗ﴾ کہ عربی خواہ کنشانی ہوا مگر عہدیت کا

تاج پہنے ہی رہے۔ بائیں لے کر عید تو ساری کائنات ہے مگر عید یعنی میرے خاص صرف محمد ﷺ ہی ہیں۔

حضرت ﷺ ہر معراج سے سرفراز فرمائے گئے تو شبِ اسریٰ عالمِ بشریت کے جملہ کمالات بیت المقدس پر قیام ہو گئے۔ اور عالمِ نورانیت کے مقامات و کمالات سورۃ البقیہ پر مکتبہ کردہ گئے۔ لیکن پیکرِ محمدی ﷺ اپنے تمام تجلیوں کے ساتھ نقابِ قوسین پر حاوی ہو گیا۔ یہ شانِ شانِ عیدیت ہے جس کی مسمری بشریت اور نورانیت لں کر بھی نہیں کر سکتے۔ حضور ﷺ کی عیدیت ان الفاظ سے ظاہر ہے ﴿قَالَ وَحَسَّ إِلَىٰ عَالَمِهِ﴾ ﴿عَالَمِهِ﴾ (۱۰/۱۰) جس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندو عظم کو وحی قرآنی جو وحیِ قرآنی (جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی)

جس کی حقیقی معرفت تک رسائی نہ عالمِ بشریت کا کوئی فرد حاصل کر سکتا ہے اور نہ عالمِ نورانیت میں کسی کو اس کی کامل معرفت نصیب ہو سکتی ہے۔

عید اور عیدہ :

☆ عید (سیدنا موسیٰ علیہ السلام) وہ ہے جو کہ ﴿وَقَدْ قَرَّبُوا﴾ (۱۰/۱۰) رب و کما دے اور جو کہ اے محبوب آگے دیکھو یا۔ جو طالبِ جلوہ ہے وہ عید ہے اور جلوہ جس کا طالب ہو وہ ہے عیدہ۔

☆ عید (حضرت ابراہیم علیہ السلام) وہ ہے جسے آگ میں ڈالا گیا اور آگ بجھ گئی۔ عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس کے آنے سے آفتی کدہ ایران جو ہزاروں سال سے ہلکا رہا تھا بجھ گیا۔

☆ عید (حضرت ابراہیم علیہ السلام) وہ ہے جس نے اپنے گناہوں سے بے دخل خانہ کے امتِ پاش کے تو عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے کہ کعبہ اللہ میں نسب ۳۶۰ بیت اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے توڑ ڈالے اور شیطاں کے بل گر گئے۔

☆ عید (حضرت موسیٰ علیہ السلام) وہ ہے جس نے پتھر پر عطا ہمارا کردہ ہوشیہ جاری کئے

۴۰ عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کی نہر جاری کر دی جو کہ ناممکن تھی جب کہ پھر سے پانی کا نکالنا ممکن تھا۔

۴۱ عیدہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) وہ ہے جس نے دریائے نیل عبور کیا تو دریا نے راستہ چھوڑ دیا جب کہ اصر عیدہ (حضور ﷺ) کے غلام (غلامان مطلق) جب دریا عبور کرتے ہیں تو پانی حتیٰ سڑک بن جاتا ہے اور کپڑے بھی گیلے نہیں ہوتے۔

۴۲ عیدہ (حضرت صالح علیہ السلام) وہ ہے جس کی اونٹنی ایک دن میں سارا پانی پی جاتی تھی تو عیدہ (حضور ﷺ) کی ناقہ حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی تھی اور گنی بار اونٹ آپ کے پاس آ کر اپنے مالک کی فکایت کرتے۔

۴۳ عیدہ (حضرت داؤد علیہ السلام) وہ ہے جس کے ہاتھ میں لوہا گرم ہو جاتا تھا جو کہ اس کی فطرت ہے مگر عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس کے ہاتھوں میں انگلیوں سے کھنچ کر کے آپ کی نبوت کی شہادت دینی۔

۴۴ عیدہ (حضرت داؤد علیہ السلام) وہ ہے جس کے لئے چٹ سے سحر سے تو اصر عیدہ (حضور ﷺ) کے غلام حضرت سفیر رضی اللہ عنہ سامنے آتے ہوئے شیر سے کہتے ہیں یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ اسے شیر (خیر دار) میں غلام رسول ہوں۔

۴۵ عیدہ (حضرت سلیمان علیہ السلام) وہ ہے جس کو زمین پر بادشاہت عطا کی گئی تو عیدہ (حضور ﷺ) کو زمین کے سرخ و سفید پر حکومت اور فرشتوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

۴۶ عیدہ (سلیمان علیہ السلام) وہ ہے جس کے پاس دن اگر نافرمانی کرتے تو آپ سزا دیتے مگر عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس کے پاس آنے والے جن بھی آپ کی محنت کو شک کر سلام کرتے۔

۴۷ عیدہ (حضرت سلیمان علیہ السلام) وہ ہے جس کے لئے دو اونٹیں صحر کی گلیں اور صبح سے دو چہر تک ایک مینے کا سفر طے کرتے مگر عیدہ (حضور ﷺ) وہ جو ایک رات کے تھوڑے لمحے میں مسجد حرام سے لے کر لا مکان کی میر کر کے آگئے۔

رحمت عالم ﷺ کی شانِ عیدیت :

سید عالم ﷺ دنیا میں شانِ رسالت کے ساتھ تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی یادگار میں شبِ معراج کو شانِ عیدیت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کی ذات میں رحمت ہی رحمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات میں حکمت ہی حکمت ہے۔ رسول کی رات میں رقت ہی رقت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں برکت ہی برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی گفتار میں راحت ہی راحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رفتار میں شوکت ہی شوکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے کردار میں حرمت ہی حرمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقدار میں رافت ہی رافت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی قرین میں ذلت ہی ذلت ہے۔ رسول کے عباد میں زحمت ہی زحمت ہے۔ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے میں نصرت ہی نصرت ہے۔ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل نہ کرنے میں قلت ہی قلت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ بذوالہی اور رسول اکمل ہیں جن کی عیدیت سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت چلی اور جن کی رسالت رب تعالیٰ کی الوہیت کا مظہر اتم ہے۔

حضور ﷺ مہدِ کامل ہیں جہاں مہودیت کی ابتدا ہو جاتی ہے مہودیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رہائی ہے۔ کوئی نکل کر حضور ﷺ کو معبود والا نہیں سمجھتا اور نہ حضور ﷺ کی میادت کرتا ہے بلکہ ہر ناز میں نئی یاد راہِ اعلان کرتا ہے کہ اشہد ان معبوداً عبیدہ ورسولہ میں گواہی دوچوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

نزولِ قرآن اور شانِ عیدیت : حضور ﷺ چونکہ کمالِ مہودیت میں سب سے فائق ہیں اس لئے آپ افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں حضور ﷺ کے بلند ترین قصائص و کمالات اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص القاصات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر حضور ﷺ کو مہدی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

سب سے بڑی نعمت و دولت قرآن حکیم کی تشریل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

﴿تَنْزِيلُ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ (فرقان/۱)
 باری رحمت والا ہے وہ جس نے اپنے مہد خاص پر قرآن اُتار دیا جو سارے جہانوں کے لئے
 نذیر ہے۔

حضور محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی مہدیت میں ایسے مشہور ہیں کہ اس خاص لفظ سے چراگیدہ کا
 خیال حضور ﷺ کی طرف جاتا ہے خیال رہے کہ عہد اور عہدہ میں بڑا فرق ہے عہد تو رحمت
 الہی کا مظہر ہے اور عہدہ کی رحمت انہی مظہر ہے۔ عہدہ وہ ہے جس کی مہدیت سے اللہ تعالیٰ کی
 شان الہیہت ظاہر ہو حضور ﷺ بے نظیر بندے ہیں ﷺ (ذرا مہربان)

قرآن کا نزول اس عہد کا قیام پر ہوا جہاں عہدیت کی اوجھا ہو جاتی ہے عہدیت کے
 اس اعلیٰ واقع مقام پر معرفت اسی محبوب کی رسائی ہے اور اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کا یہ محبوب ترین اور اکمل ترین بندہ سارے جہانوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم دہی کے
 خوبی ک انجام سے بروقت متنبہ فرماوے۔

لہذا عہدیت کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت اور رسالت سارے جہانوں کے
 لئے ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی باتوں اور بندوں میں جو کچھ ہے سب کے لئے آپ
 رسول ہیں اور جب تک یہ عالم برقرار رہے گا حضور ﷺ کی رسالت کا پرچم ہراکتا رہے گا۔
 سورۃ کیف میں فرمایا گیا۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا لِلَّذِي نَزَّلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ مِثْلًا بِعَالَمٍ﴾
 (الکہف/۱) سب تخلیقیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب)
 بندے پر یہ کتاب اور جنہیں پہلے آجوتے تھے اس میں ذرا انہی (اور معاش و معاہدہ اور دست
 کر دہائی ہے) (نیلۃ القرآن)

سب ستائشیں آئی ذاتِ بے ہمتا کو پہنچیں جس نے اپنے محبوب بندے پر یہ کتاب
 نازل فرما کر انسانیت کی شب و بھر کو کج نور سے آشنا کیا ہے۔ عہدہ سے مراد صاحبِ قرآن
 اور الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ عہدہ میں کوئی التماس نہیں۔ کیونکہ مقامِ مہدیت
 کاملہ پر صرف یہی ذاتِ ہاہرہ کا ہے فنا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز کسی ملت میں ادب

کمال پر پہنچتی ہے تو حسب اس صفت کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے نرا وہی موصوف ہوگا۔
جس کی عہدیت کا ہوتا کہ عرفانِ حبیب ہوا اسی کے عقل ہوا۔

تمام انبیاء جنور ﷺ کے صحر کرم سے پلٹو ہجرہ ہے جس اور حضور ﷺ کے اہر رحمت سے ہونٹ ٹک رہے ہیں۔ جیہ وہ ذاتِ اقدس ہے جس کا ظاہر و باطن مکمل ہے۔ ظہر کائنات کے خالق نے اس سرایا سخن، بتو کی کو اپنا حبیب منتخب فرمایا ہے۔

اسی طرح جب الکتاب کہا جائے گا تو فوراً ذہن اس صحیفہ کا مدار لے کر یہ کیا کی طرف عقل ہوگا جو قرآن کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے۔ جس طرح صاحب کتاب اپنی شانِ عہدیت اور مقامِ بندگی میں سب سے اعلیٰ کی طرح یہ کتاب بھی ہے عہدیت ہے (تسبیح و تہلیل)۔
تکلیف الامت ملتی احمد پارخاں بھی اثر فی علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
تمام تعریفیں 'حمد ہوں یا ثنا' تسبیح و تہلیل ہیں 'ابوہی' ازلہ قدیمی 'صلی' استہدای
استقامتِ ارضی یا قی 'عاریشی'۔ سب اسی اللہ جل شانہ کے لئے ہیں جس نے عظیم کرم رحمت شفقت انعام احسان فرماتے ہوئے اس معراج پر چڑھنے والے عہدہ اپنے ایسے عظیم بندے پر بھیجتا رہا کر نازل فرمائی ایک قدیمی کتاب۔ وہ بندہ جس کی شان عرش فرشتہ لامکان پر عہدہ ہے وہ عہدہ جس کی عہدیت اوج کمال پر ہے جس کی عہدیت کے لئے کسی بہت سمت مکان و زمان وقت و سماعت مسجد و مدرسہ خانقاہ و حرارت کی قید نہیں جس کی عہدیت نے ساری زمین کو مسجد اور ساری شریعت کو عالمگیر مصلیٰ بنا دیا۔ ایسے بندے پر وہ عظیم کلام نازل فرمایا ہوا ازلہ قدیم سے کتاب مکتوبی و قانون جبروتی ہے۔

معراجِ عہدیت کی شان ہے کہ عہدیت پر پہنچا اور نزول کتاب تو راستہ کی شان ہے۔
تہ کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے عہد ہیں اور تمام مخلوق بھی بندے مگر فرق یہ ہے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے عہد مطلق ہیں اور باقی تمام عہد متعین ہیں۔ عہد مطلق کسی کائنات میں نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن عہد متعین عہد مطلق پہنچتا ہوتا ہے یہ فائدہ عہدہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لئے کہ عہد مطلق عہد متعین ہوتا ہے اور عہد متعین عہد کامل بن کر عہدیت کے مقام پر قائم ہوا جاتا ہے عہدہ کو کسی غیر کائنات میں چھوڑا جاتا۔ (تسبیح و تہلیل)

سورۃ اللہ ید میں بھی حضور ﷺ کو عہدہ کے خصوصی لقب سے یاد فرمایا گیا۔

﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَذُو فَضْلٍ مُّبِينٍ﴾ (اللہ ۹/۱) وہی ہے جو نازل فرما رہا ہے اپنے (محبوب) بندہ پر روشن آیتیں تاکہ تمہیں نکال لے (اکثر سے) اندھریوں سے (ایمان کے) نور کی طرف۔ اور یہ قلب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی شفقت فرماتے والا ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

مقام عہدیت و رسالت :

مقام عہدیت و رسالت میں گہرا ریلو و تعلق کا فرمایا ہے حضور ﷺ کا وصف عہدیت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جب کہ مقام رسالت آپ ﷺ پر خدا کے بزرگ و برتر کا خاص انعام اور عطیہ ہے اسی بنا پر ہی کریم ﷺ اپنے مقام عہدیت کا خصوصیت کے ساتھ سب سے پہلے ذکر فرماتے اور پھر ان کے بعد اسی عظیم انعام و عطیہ خداوندی کا ذکر و فرماتے جو بارگاہ وحدیت سے رسالت کی صورت میں آپ ﷺ کو عطا ہوا تھا۔

عہدیت اور رسالت حضور نبی کریم ﷺ کی دو امتیازی شاخیں ہیں جن کا کلہ شہادت میں ذکر کیا گیا ہے شہادت رسالت پر شہادت عہدیت کو مقدم کرنے کا پہلا سبب یہ ہے کہ عہدیت کا تعلق کھپہ ذات خداوندی سے ہے اور غیر اللہ سے اس کی کوئی ٹیٹ نہیں۔ اس کے برعکس رسالت کا تعلق ایک طرف برہہ راستہ مخلوق خداوندی سے ہے تو دوسری طرف ذات خداوندی سے بھی ہے گویا رسالت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہے چونکہ عہدیت کا تسلیم فکر سب علائن دنیوی مستقطع کر کے خالق حقیقی سے ایسا یک گوئیہ تعلق استوار کر لیتا ہے کہ اسی کی ذات بندے کے کامل انجاء اور توجہ تام کا مرکز و محور بن جائے اس بنا پر کلمہ شہادت میں اس کے ذکر کو اولیت دی گئی ہے اس کے باوجود منصب رسالت انوشی مقام کو نوع انسانیت تک پہنچانے کا مستحاشی ہے رسول کا کام بندگان خدا کی رشد و ہدایت ہے تاکہ وہ کمرائی مشکلات کے اندھیروں سے نکل کر ایمان والین کے نور سے سیرور ہو جائیں۔ مقام عہدیت پر جہاں توجہ الی اللہ کا رنگ غالب ہوتا ہے وہاں مقام رسالت پر توجہ الی الخلق

کی کیفیت کا اثر ایمیت درجہ گوار ہوتا ہے کیونکہ رسول کو اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خلق خدا کی رہنمائی کا فریضہ اہم دینے کے لئے منصب رسالت پر فائز کیا جاتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مقام رسالت ایک عہد کے مقابلے میں درجہ اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے لیکن جہاں تک عہدیت کا تعلق ہے رسول کی ذات اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ عبودیت محکم طور پر قائم کرنے کو اولیت دیتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس مضمون پر دلالت کرتا ہے کہ اے میرے رب میں تیرا رسول برحق ہوں اور میری رسالت تیرے حکم کردار و راہ بندوں کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کے لئے ہے لیکن جہاں تک میری ذات کا تعلق میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ اول و آخر تیرا بند و بندوں میں جیسا کہ حضور ﷺ نے کلمہ شہادت میں اپنے مقام بندگی کا ضمیمہ صحت سے پہلے ذکر فرمایا۔ مقام عہدیت کو اولیت دینے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ بنی آدم کے قلوب و اذان میں یہ فکرت جاگزیں کر دیا جائے کہ جب آقا نے وہ جہاں صاحب لوگ ﷺ سے بڑھ کر کائنات میں کسی فرد کو بارگاہ عصمت میں عظمت و رفعت کا وہ مقام حاصل نہیں ہے جو آپ ﷺ کی ذات ستم و عقابت کو حاصل ہے اور آپ ان سب عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے باوجود اپنے مقام بندگی سے دستبردار نہیں ہوئے تو اگر کوئی کس قتلار و شمار میں ہو سکتا ہے گویا فکرت و حید کو قلب انسانی میں راسخ کرنے کے لئے عہدیت مصطفوی ﷺ کو اس شخص کے ساتھ تحقیق کیا گیا کہ جب معرانا میں قاب قوسین کے مقام پر حضور ﷺ کی عہدیت میں سر مو کوئی فرق نہیں آیا تو اگر کوئی جیستی خدا کے بعد الوہیت اور مہدویت کی مستحق اور معزاوار ہو سکتی ہے۔ کلمہ شہادت میں ذکر عہدیت کے تقدم میں اسی علت کی کار فرمائی بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔

عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ کا باہمی تعلق :-

سیدنا محمد بنی علیہ السلام کی امت نے سیدنا محمد بنی علیہ السلام کے مجربات کو دیکھا خردوں کو زندہ کرتے دیکھا کوزہ صیوں کو شفا یاب کرتے دیکھا مادر زاد بچے کو صحت مند اور توانا کرتے دیکھا دوسرے مجربات اور تصرفات کو دیکھا ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی کو خدا بنا

ہینے کا رہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے "عجرات" معجزات مصطفیٰ ﷺ کا درجہ نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ کے معجزات تو تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر حاوی ہیں۔ پہلا اسوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو دیکھ کر ان کی نسبت خدا کی کا دعویٰ کر دیا۔ امت مصطفیٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اس نے اس امت کو یہ شعور عطا کیا کہ تم قیامت تک رفیع الاول کے مینے میں اپنے نبی کی ولادت کو مناتے رہنا تاکہ؟ کا بتا رہے کہ اس نبی کی امت اس کو خدا نہیں بلکہ پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مانتی ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ تو گویا میلا مصطفیٰ ﷺ کا زمانہ حضور ﷺ کی نسبت طہارت ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ نصاریٰ کے برعکس امت مسلمہ کا یہ عمل دراصل حضور ﷺ کی نسبت پر شرک کے شعور کو تو ذکر پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جب کہ میلا نہ منانے میں شرک کا شائبہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کو کیوں نہیں منا رہے؟۔۔۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھتے کہ حضور ﷺ پیدا نہیں ہوئے؟۔۔۔ تو ثابت ہوا کہ ولادت کا لفظ شرک کو قائل کرنے کا لفظ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی امت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے کمالات و امتیازات عظمت و رفعت اعلیٰ و ارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبود و الٰہ نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ جشن میلا والہی ﷺ مناتے ہوئے توحید کے پرچم لہراتی ہے۔ جشن میلا والہی ﷺ سے شرک کے شبہات فہم ہوتے ہیں اور توحید الٰہی کا اعلان ہوتا ہے۔

انبیاء جشن میلا والہی ﷺ میں توحید ہے۔ جشن میلا والہی ﷺ سے حضور ﷺ کی مہربانیت کا اظہار ہوتا ہے۔ معبود الٰہ کی میلا نہیں ہوتی ہے۔ جس کی میلا ہو رہی ہے وہ مہذبہلات ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں۔ جشن میلا والہی ﷺ میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی میلا و مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز بدھ ۱۲ مہرہ میں ہوئی واللہ وسیدہ و آئینہ اللہ حضرت مہربانہ اور اللہ حضرت عبدالمطلب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان سے پاک ہے۔ وہ جہاں ہے، کسی کا محتاج نہیں، سب سے

سے نیاز ہے نہ اس نے گئی کو چتا ہے اور نہ ہی وہ چنا گیا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

مختصر میں کریم ﷺ کا اُمتی جرمہ ز میں لگی بار بار بیان کرتا ہے کہ ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ و اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ﴿﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ ﴿۝۱۰۰﴾

اللہ کی سر کا ہر نام شان میں ہے ﴿﴾ ان ساریں انسان وہ انسان ہے ﴿﴾
قرآن تو ایمان بنا ہے انہیں ﴿﴾ ایمان ہے کہ ہے میری جان میں ہے ﴿﴾

عہدیت رسالت سے افضل ہے : عہدیت رسالت سے افضل ہے مگر یہاں دھوکہ نہ کھانا۔ ہماری تمہارا عہدیت کی بات نہیں ہے وہ تو حقی کی صفت عہدیت کی بات ہے جو حقی کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ کیوں افضل ہے؟ عہدیت ہوتا ہے مجبور کا۔ اور رسول ہوتا ہے مخلوق کا۔ عہدیت کی نسبت مجبور کی طرف رسالت کی نسبت مخلوق کی طرف۔ عہدیت آوہر چاہتا چاہتی ہے رسالت آوہر آنا چاہتی ہے۔ اس لئے وہ پس نکلا یا تو کہا "اَسْرٰی بَعِثْہٗ" اور پس بھیجا تو کہا ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلٰی کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ۚ وَّیَقْبِضُوْنَ اِلَیْہِمْ اَسْرٰی﴾ ﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا شَاہِدًا وَّیَقْبِضُوْنَ اِلَیْہِمْ اَسْرٰی﴾ ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

یہاں سمجھ رہا ہے تو رسول کہہ کر بھیج رہا ہے اور جب وہاں نکلا تو اس طرح ﴿فَاَوْحٰی اِلَیْہِمْ عَقِیْبُهٗ عَلٰۤی اَوْحٰی﴾ کہہ رہا ہے بندے کو جو کہتا تھا۔ وہاں یہ نہ چاہتا کہ عہدیت کی عہدیت رسالت سے افضل چاہتی ہے اور رسالت فراق چاہتی ہے۔ اس لئے نکلتے وقت عہدیت کا الفاظ استعمال کیا اور واقعی دو متوازی سوال کی عہدیت کو کیا سمجھاؤں۔ اب یہاں پر تم ایک چیز سمجھ لو۔ یہ بات اپنی جگہ پر ملے ہوگی کہ عہدیت کا رخ خالق کی طرف اور رسالت کا رخ خلق کی طرف۔ دوسرا فرق کیا ہے۔ عہد وہ جو اپنے تمام مہمات امور اور اپنی زندگی کے تمام مسائل کو اپنے مالک کے تفویض کردے وہ ہے عہد۔ تسلیم کر دینا کی منزل سے

گزرے ہمارے محاطات کو اسی کے سپرد کر دو۔ وہ ہے عہدیت اور اُمت کے محاطہ کو اپنے قدم لے لینا ہے۔

«سَيُخَيِّطُ الَّذِي أَسْرَىٰ يَغْتَبِطُ» یہ رسول کی صحبت عہدیت خرواس رسول کی صحبت رسالت سے افضل ہے۔ اعلیٰ و برتر بھی ہے۔ جب یہ چیز آپ سمجھ لیں تو کچھ سارے انسان مل جائیں اپنے تمام صفات کے ساتھ تمام اس دور کے کرڈوں انسانوں کو ایک چلائے میں رکھ دو۔ اور اگر ابھی بوجھ زیادہ نہ ٹھہرس تو اولیٰں و آخرین کو بھی شامل کر دو۔ سارے غیر بنیوں کو بھی اور سید، صدیق، امیر کی صداقت کو سیدنا فاروق اعظم کی عدالت کو، سیدنا عثمان غنی کی صداقت کو، سیدنا علی مرتضیٰ کی صداقت و سیدنا دہلوی کو، سیدنا بھی اس میں ہو، مجتہدین بھی اس میں ہو۔ اثر عظیمت بھی جو اولیائے کاشفین بھی ہو، علمائے صالحین بھی اس میں ہو اور تمام چیزوں کو جمع کرلو۔ ان ساروں کو ایک چلائے میں رکھو۔ اور غیبی رسالت کو ایک چلائے میں رکھو۔ اب کچھ مسئلہ گورنر رسول کی رسالت کے برابر دوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سب مل کر بھی نہیں ہو سکتے۔ دیو پھر تمہاری عہدیت اس رسول کی عہدیت کے برابر کیسے ہو سکتی ہے جس کی عہدیت ہی رسالت سے افضل ہے۔ رسالت تک نہیں چہرے عہدیت تک کیسے پہنچ سکتے؟

مقام محبوبیت :

رسالت و نبوت کا ایک ایسا دوجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہو کر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب کار رہنا کے لئے خداوند ہی ہوئے کے بھیا کے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلترتین مقام تمام کائنات میں ابتدا کے آخر تک ہے اور اباد و صرف سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین حضور محمد کریم ﷺ کے حصہ سے آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں اور شریعت دلیا گیا:

﴿لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ اور آپ کا رب مقرر ہے آپ کو (اتاکہ) عطا فرمائے گا آپ راضی ہو جائیں گے۔ (الضحیٰ: ۲۶)

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محب و محبوب کی رضا ایک ہو جاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا جمل مثبت اخلاقی کے سانچے میں داخل جائے اور دونوں کی رضا کمال ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلند ترین مقام یہ بھی ہے کہ جو ہر محبوب کی نگاہ میں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ ﴿قَدْ نَبَّيْتُ نَفْلِي وَجْهَكَ فِي الشَّامِ لِنُفُوذِكَ قِبْلَةَ تَرْحُمَهَا﴾ (البقرہ/۱۳۸) (اے محبوب! ہم بار بار آپ کے رخ انور کا آسمان کی طرف چلنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ حضور جی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اور اس تحلیل قبلہ کا حکم بارگاہِ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا کی تھی۔ گویا یہ وہ نقطہ کمال تھا جہاں محبوبیت اور مغربیت باہم متصل ہو گئیں اور محبت و محبوب کی رضا ایک دوسرے میں داخل گئی۔ شتان محبوبیت اس بات کی متقاضی ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو جملہ خلافت میں اٹھاتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ آپ بلند یوں اور رفعتوں کے مقام مہمان پر رہنا کی دیتے ہیں۔ اگر یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے تو نور و بشر کے سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کو شان محبوبیت سے اس لئے نوازا گیا ہے کہ ہم دنیا و دار انسان آپ کی حیثیت و عظمت کو سمجھ کر اپنے عقائد درست کر سکیں۔ ﴿...﴾

قدرت الہی اور قانون قدرت :

﴿شَاقِحُنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ بہت پاک ہے وہ ذات جو لے گی اپنے بندہ کو۔ اس آیت مقدسہ پر غور و تہیز کریں تو ٹھکانہ و شہادت کے تمام راستے خود بخود متقبل ہو جاتے ہیں۔ کسی التماس کی گنجائش رہتی ہے اور نہ کسی ایہام کا جواز باقی رہتا ہے۔ عقلی اور حسی حواشی آن واحد میں ختم ہو جاتے ہیں۔ مسئلہ کا ہر پہلو و زاویہ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے اور حقیقت اپنی تمام تر جلو و سامانیوں کے ساتھ ذہنی انسانی پر منکشف

ہو جاتی ہے۔ ایمان میں مزید احکام پیدا ہوتا ہے ایمان کو مزید جتنی نصیب ہوتی ہے۔ جب پاری تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میں اپنے بندے کو رات کے ایک قبل عرصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ اس پر بھی عقل انسانی استغیاب کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہن انسانی میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ دوسرے جہتوں اور مصلحتوں بلکہ ہزاروں سال کا تقاضا وہ رات کے ایک گھوڑے سے وقت میں کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ (لحم الریح شرعاً شریف) بعض مباحث میں ہے جب حضرت جبریل علیہ السلام سدرہ سے نازل ہوئے تھے اور ادا کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور بھی بیٹھے ہیں کہ وہ آ رہے ہیں۔ سدرہ کہتے آ رہے ہیں؟ یہاں سے پہلے تھان کا جو راستہ ہے وہ پاؤں سوہل کا راستہ ہے اور آ جان کی مولائی بھی پاؤں سوہل کا راستہ ہے اور آسان کہ مولائی بھی پاؤں سوہل کے راستہ کی ہے۔ اور اب معلوم نہیں کہ پاؤں سوہل کا راستہ کس ساری کا ہے۔ اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی البتہ حال پاؤں سوہل کا راستہ ہے تو کوئی ایک ہزار برس کا راستہ یہ آسان اور ایک ہزار برس کا راستہ دوسرا آسان تو سات آسان تک سات ہزار برس کا راستہ اور اس کے آگے سدرہ اقصیٰ ہے) اس کا جواب یہی ہے کہ اس کا انحصار تو لے جانے والے کی طاقت اور قوت پر ہے۔ اس سفر کا سارا الکھام رب کائنات کی طرف سے ہو رہا ہے وہ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ طاقت اور قدرت اس ذات کی کار فرما ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے کائنات کا ذرہ ذرہ جس کے حکم کا پابند ہے۔ و رب جو ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کا مالک ہے۔ جو رب جو امر کھولے فیکھولے کی طاقت رکھتا ہے اور جس کے لئے کوئی چیز ناممکن اور محال نہیں۔ انسانی عقل اس کی قدرت مطلقہ سے ساتھ بے بس اور عاجز ہے۔ اگر یہ نکتہ ذہن نشین کر لیا جائے تو معرراج کی ساری حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لے جانے والے کی کبھی طاقت ہے؟ رب تعالیٰ نے کہا۔ ”اب یہ دیکھو کہ درمطلق لے گیا“ پھر ہم کو بھیجئے والے اور جانے والے دونوں کو دیکھنا ہے۔ لے جانے والے کی قدرت دیکھنی ہے اور اس جانے والے کی صلاحیت دیکھنی ہے۔ کس نے پھر پھیلایا۔ کتنی دور کیا اس کی طاقت جتنی جتنی دور گیا۔ یہ جان لو کہ پھر میں بھی تو کچھ جانے کی صلاحیت تھی۔ اگر اس میں جانے کی صلاحیت نہ ہوتی تو پھر پھیلنے سے کیا

ہوتا۔ ہم نے صرف یہاں سے والے کو دیکھا تو بات مکمل نہ ہوگی لہذا عہدیت کے کمال کو اس کے مقام کو اس کی فضیلت کو جس قرآن کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ یہ جانے والا کتنی بلندی پر جانے والا تھا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ انجیل پناؤ کھینچ کر لے جا رہا ہے تو آپ کہیں گے کہ انجیل میں تو کھینچنے کی صلاحیت ہے مگر پناؤ میں کھینچنے کی صلاحیت نہیں یہ محال ہے۔ اگر یہ کہے کہ ریل کے ڈبے کو ایک چٹیلے جا رہی ہے یہ بھی محال ہے کیونکہ چٹیلے میں کھینچنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ انجیل ڈبوں کو کھینچ کر لے جا رہا ہے یہ بات ٹھیک ہے۔ آگے والا چلاؤ جاتا ہے پچھلے والا چلتا جاتا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ لیجائے والے کی کیا قدرت ہے اس کی قدرت کو تو بھی جانتے ہیں۔ اس نے زمین کو فرش بنادیا آسمان کا شامیانہ کھڑا کر دیا چاند سورج کو روشن کر دیا کائنات کو دیکھو اور اپنی زندگی کا مطالعہ کرو۔ میرے خدا نے آپ کو پیدا کیا اس کے اندر حرارت دی اس کے اندر سوزش پیدا کی اور اس کا قانون فطرت بنادیا کہ جو آگ میں جائے گا وہ جلتا ہو جائے گا۔ اسی قانون مطلق نے یہ بھی طے کر دیا تھا کہ اگر اس آگ میں سیرا ٹھیل آئے گا اسے گل کر دینا ہی پڑے گا۔ وہ قانون مطلق جس نے دریا کو بنا دیا اور یام کے اندر دروائی بنائی اور دروائی کے اندر طغیانی بنائی اور اس میں موبہیں پیدا تھیں۔ اگر اس میں جائیں تو دریا کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ دریا تم کو غرق کر دے گا۔ یہ قانون ہے بدل نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ اس نے یہ بھی طے کر دیا تھا کہ اگر میرے حکیم نے عساکر مار دیا تو جیسے راستہ بھی دینا پڑے گا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے چاند سورج کو پیدا کیا۔ انعام بخشی و قہر کی کو سرتب کیا۔ اس طرح نکلے گا اس طرح قہر و بھوکا۔ ایک نقشہ متعین ہو چکا ہے۔ آج تک اس میں اختلاف پیدا نہ ہو سکا۔ خدا مطلق نے کہا اسے سورج تجھے اپنی رفتار کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے چاند تھوڑا اپنی رفتار سے بھرنے کی ضرورت نہیں مگر حسیب (محاسب) نے اشارہ کیا تو اسے سورج تجھے چھوڑنا پڑے گا۔ اسے چاند تجھے دو ٹکڑے ہونا ہی پڑے گا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے پھر وہ کو پیدا کیا اور عظیم الشان پہاڑوں کو زمین کے اوپر نصب فرمایا۔ سنگریزوں کو پیدا کیا ان میں تو درج ہے نہ کوئی بی ہے نہ ان میں سماعت

کی طاقت ہے۔ اگر ہم پتروں کو خانے رہو کچھ نہ نہیں کے قیامت نہ کچھ جواب نہ دیں گے۔ آں میں کوئی طاقت ہی نہیں وہ اپنے پرے نکلی بھی آرا نہیں سکتے۔ یہ صبح جو ہے۔ مگر سنو! میرے خدا نے ایک قانون بنادیا کہ اسے پتھر ہمیشہ کے لئے خاموش رہنا مگر میرے حبیب (ﷺ) اگر اٹھا دو کریں تو اپنا جہل گے ہاتھ میں کلمہ پڑھنا۔ ارا فوراً کہو نبی کی عظمت اور ان کا مرتبہ اور ان کا مقام۔ آں ہی مثالی کچھ سمجھو۔

حضور ﷺ کی امتیازی شان : اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا ہے اور حضور مجی کریم ﷺ تشریف لے چاہے ہیں۔ لے جاتے والے کا مقام کیا ہے لیجانے والے کی نکلا و رحمت میں اور لیجانے والے کی نکلا و عقیقت میں لیجانے والے کی نکلا و قدرت میں اس لیجانے والے کی عظمت کیا ہے اس لیجانے والے کا مقام کیا ہے۔ لیجانے والا کیا اور شرفا ماہر ہے ﴿مَنْ يَحْيِي الْيَتِيمَ الْيَقِيَنَّ امْنًا﴾ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی۔ اللہ کے پیش القدر رحمی سودنا ہر اکھم پیش اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں انسی ذاهب الی ربک میں اپنے رب کی بارگاہ میں جاتے والا ہوں تاکہ مجھے میرا رب منزل مقصود تک پہنچا دے۔ انسی ذاهب میں جانے والا ہوں۔ جب جانے کی بات آئے گی تو رہ چھٹے والے کی نظر اس جانے والے پر چڑے کی نکلتا چا سکتے ہیں۔ مگر جب ایک جانے والا چلا اچھی اُن کی زبان بھی نکلی تھی کہ رب نے کہا کہ میں لیجانے والا ہوں مگر یہ یاد رکھو کہ جانا اور ہوتا ہے کیا نا اور ہوتا ہے اور خود سے جانا اور ہوتا ہے۔ آپ اس کو رد و زحرہ کے مطالعہ سے سمجھو۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہم السلام خود سے گئے تھے اُن کے لئے جبریل کی کیا ضرورت ہے۔ مہیا نکلی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو خود سے آئے تھے جب گنا ہوتا ہے تو انتظام کرنا پڑتا ہے۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہم السلام نے کہا رہیں اوسنی اے رب میں تھک رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَنْ تَوَلَّیْیَی قَرْمَیْنِیْ دیکھ سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس مادی دنیا میں دیکھنا ممکن نہیں۔ دوسری دنیا میں یہ بارگاہِ مطاہر گر رہے ہیں۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہم السلام نے کہا اے رب میں تو دیکھ نہیں سکتا مگر تو صلاحیت دیکھنے کی دے سکتا ہے۔ اے رب تو دیکھا دے۔ شب اللہ تعالیٰ نے ایک چلی

و کماؤنی، وہ بھی سوئی کے ہاکہ کے برابر۔ بعض کہتے ہیں کہ سوئی کے ہاکہ کے کروڑوں حصہ کے برابر۔ اتنی سی گلی پانی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ پیش ہو گئے۔ وہ بھی صفات کی گلی ہوئی، وہ بھی مکمل رہی، مگر کیا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کچھ ملا۔ یا نہیں؟ یاں ملا ہے بہت کچھ ملا ہے۔ علاوہ یہ فرماتے ہیں کہ گلی کا یہ اثر تھا کہ اندھیری رات میں پندروہیل کے فاصلے پر سیاہ چٹان پر سیاہ چوہ بنی چلے تو یہ اپنا آنکھ سے دیکھ لے سکتے تھے۔ اس گلی کا یہ حال تھا جو خود کیا تھا اور پھر پورا گلی بھی نہ دیکھی اور تاب بھی نہ لاسکے۔ اب حضور سید المرسلین نبی کریم ﷺ کی ہسارت کا کیا حال ہوگا۔ دونوں آنکھوں پر دیکھا دیکھا فراغ البصیر و منا مطلق (الہم/۱) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ صدمہ سے بڑھی۔ آنکھ پھری نہ تھی! آنکھ میں کی تک نہ آئی۔ سنا! صفات کی گلی کو نہ دیکھا بلکہ بین ذات کی گلی کو دیکھا۔ یہاں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے کمال عقل کا بیان ہے کہ اس قدر انوار و تجلیات کے باوجود آپ کی نگاہ میں کوئی چکاچند پیدا نہ ہوئی اور آپ پورے سکون کے ساتھ انہیں دیکھتے رہے، دوسری طرف آپ کے کمال ضبط و یکسوئی کا اظہار ہے کہ جس مقدمہ کے لئے آپ کو بلا دیا گیا اس پر آپ کا ذہن اور اپنی نگاہ کو موز کیے رہے اور حیرت انگیز مناظر ہونے کے باوجود ان کی طرف آپ متوجہ بھی نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کی نگاہ و مقلدوں انہیں بائیں نہ پھری اور نہ ہی دیکھنے میں کی کی جگہ اسے آپ ﷺ نے نہایت ہی قفل سے ثابت رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب صفات کی ایک گلی دیکھی تو ہسارت اتنی بڑھ گئی جو میں ذات کو دیکھا تو بتا کہ کو قیب کا وہ کونسا گوش ہوگا جو اس کی نظر سے چھوٹ جائے؟ کوئی گلی ہوگی جو اس کی نظر سے چھپ جائے؟ وہ کونسا ازاد ہوگا جو اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جائے؟ میں سوچتا ہوں کہ جب قیب العیب نے اپنے کو نہ دیکھا تو وہ کونسا قیب ہے جو اپنے کو دیکھا ہے۔

شیخ ابراہیم حضور ﷺ کا عظم خدم و اہل صحت و عظم بندہ سید المرسلین نبی ﷺ کی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قیب کیا چیز ہے، دیکھ آئے ہیں وہ قیب العیب یعنی وہ ذات جو مشہور ہے یہاں اللہ

امام ابی اسحاق اعلیٰ حضرت فاضل دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اور کوئی قیب کیا حق سے لیاں ہو گا۔ جب نہ خدا ہی دکھایا حق پر کروڑوں اور

عشق اور عقل کا امتحان : حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا واقعہ ہے کہ جب کوئی ان سے

آکر ملتا تو اس کی بیٹائی چلی جاتی۔ اچھا حال کی یہ ہے کہ اگر پتھر کو بھی آکر لگائے تو پتھر ٹکڑے ہو جائے، کپڑے کو آکر لگائے تو کپڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس کے بعد برائیت رہائی ہوئی کہ کسی عاشق الہی کے چہرے کے دامن کا حجاب ہٹا لو۔ یہی وہ دامن ہے جو اشتیاق میں جل کر تیار ہوا ہے اب اس کو کون جلانے گا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے حجاب تیار کر لیا اور چہرہ پر ڈال لیا اور اگلے کے بعد حضرت معلوم کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا قنصیب کی بات ہے کہ آج تک کسی شہر نے اپنا چہرہ سے پردہ کیا ہے۔ اپنے چہرہ سے تھپ ہٹا لینے۔ انہوں نے کہا کہ تم کو اب میرے چہرہ کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

حقیقت نور محمدی ﷺ : حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی موصول میرے لئے میرے رب کے ساتھ ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہاں ملک مقرب یعنی قرینی قریشی کی کھانگی ہے وہی مسئلہ کی کھانگی ہے۔ علم معارف میں سیدنا جبریل علیہ السلام ساتھ ہیں اور سرکار ﷺ ساتھ ساتھ جا رہے ہیں اور اس کے بعد عالم بشریت کو ملے گیا۔ جب ہمارے رسول نے آسمان کی سیر کا ارادہ فرمایا عرش پر جانے کا ارادہ فرمایا تو عالم بشریت میں لباس بشری کے ساتھ نظر آئے۔ عالم ملکوت میں لباس ملکوت کے ساتھ دیکھے گئے۔ یہاں پہنچے رہے ہیں وہاں کا لباس اختیار فرما رہے ہیں۔ عالم بشریت کے بعد عالم ملکوت کو ملے گیا عالم ارواح عالم سما سب کو ملے کرتے ہوئے میرے رسول ﷺ ایک ایسی منزل پر پہنچے جہاں جبریل علیہ السلام سے اللہ کے رسول نے کہا اسے جبریل یہاں کیوں خیر رہے ہو یہاں رفاقت کیوں قائم ہو رہی ہے۔ مکہ سے تمہارا ساتھ ہے سدرہ پور کیوں ٹھہر گئے؟ اسے چلو سیدنا جبریل نے کیا معرہ منہ پیش کیا تھا جس کو فتح سحری رمتہ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں یوں فرمایا ہے:

اگر ایک سر موئے برتر پر دم فروغ چلی ہو تو پر دم

یا رسول اللہ ﷺ! اگر ایک پال کے برابر بھی آئے پڑھ جاؤں گا تو چلی کے فروغ سے

میرے پر عمل جائیں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے عرض کرنے کا نفاذ یہ ہے کہ اسے اللہ کے رسول ﷺ جب آپ عالم بشریت میں تھے کہاں بشری میں تھے۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا اور جب عالم مخلوق میں تھے میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ مگر اے محبوب! اب آپ کی حقیقت بے حجاب ہونے والی ہے۔ سرکارِ اگرمیں آپ کے ساتھ چلا تو آپ کی چلی کے فروغ سے میرے پر عمل جائیں گے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تعجب وقرض بان نعلی علیہ۔ اب میں آپ کے ساتھ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اب میں آپ کے ساتھ چلنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ اب میں آپ کی حقیقت کی تاب لانے کی قوت و توانائی نہیں رکھتا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے کہنے کا نفاذ یہ تھا کہ اگرمیں ایک ہال کے برابر بھی آؤ پر گیا تو اللہ تعالیٰ کی چلی سے میرے پر عمل جائیں گے۔

اچھا دیکھو جبریل علیہ السلام کیا کہتے ہیں۔ اگر میں آؤ پر گیا تو اللہ تعالیٰ کی چلی کے فروغ سے میرے پر عمل جائیں گے۔ تو پھر اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کو یہ کہنا چاہئے تھا اے اللہ کے رسول! آگے نہ چاہئے میرا مشورہ مان لیں۔ غصہ چاہئے کہاں جا رہے ہو۔۔۔ اس لئے کہ جب سہرہ والا چل سکتا ہے تو مکہ والا کیسے چل سکتا ہے۔ جب معصوم فرشتہ چل سکتا ہے تو وحشی پر رہنے والا کیسے چل سکتا ہے۔ جب فوری حقوق چل سکتی ہے تو اے محبوب آپ کی بشریت کی ترکیب تو مقرر ارید سے ہوئی ہے تو آپ کیسے چل سکتے ہیں۔ میرا مشورہ آپ قبول فرمائیں مجھے آپ کہاں دعوت دے رہے ہیں۔ آپ بھی خیر چاہئے۔ یہی خطرناک منزل ہے۔۔۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ یہ ناچیز جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو سہرہ کے آگے جانے دیا اور خود رک گئے۔ مشورہ نہ ملک چڑھ گیا۔ تو پتہ چلا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح نہ سمجھتے تھے اور اپنے کو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہ سمجھتے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح سمجھتے تو غصہ ایلنے۔۔۔ اور اپنے کو رسول اللہ ﷺ کی طرح سمجھتے تو آگے نہ جاتے۔

اے محل والا! اے دین والا! اے خواست کی بحق ہوئی دھوپ میں رسول اکرم ﷺ کی

شفاعت کے امیدوار! میں تمہیں دعوتِ نور و فخر دے رہا ہوں کہ سیدہ الملائکہ اپنی طرح نہ کچھ سکے قرآن و انجیل و زبور کا لائے اور اپنی طرح نہ کچھ سکے صاحبِ سدرہ اپنی طرح نہ کچھ سکے تو اب اگر دو ناک کا چالو اپنی طرح کیجے تو اس کی دماغ کی خرابی تمہیں تو اور کیا ہے اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد کما تحب و ترضی بان فیصلی علیہ

حضرت حقورہ کا امتحانِ عشق : حضرت جبریل علیہ السلام کو چھٹے کا قطرہ دامن گیر ہو گیا کیونکہ جبریل متصل والے تھے۔ عشق والے بل بوتے تو محبوب کا دامن نہ چھوڑتے بل کرنا کستر ہو جاتے۔ حضرت حقورہ عشق والی قصیں۔ قریا کرتے تھے کہ نقاب ہٹا دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آداب ہو گئے لٹاپ اٹھائے پر معلوم ہونے ایک آنکھ بند کر لی اور ایک آنکھ سے دیکھا۔ پھر آ سے بند کر لیا پھر دوسری آنکھ سے دیکھا۔ پھر آ سے بند کر لیا پھر دوسری آنکھ سے دیکھا۔ کیونکہ دونوں سے جریا دیکھنے میں جریا رقت ملے۔ جن آنکھ سے دیکھا اس کی چٹائی تائب۔ پھر کھول دیا تو چٹائی آئی۔ بند کیا تو چٹائی تائب۔ چٹائی آدھی ہے اور جاری ہے۔ عشق والوں نے یہ سبق سکھا دیا کہ جو آنکھ لینا چاہتا ہے دو آنکھ دینا بھی جانتے ہیں۔

فرش والے حیرتی حرکت کا ملکا جانے۔ خسر اعرش پر اڑتا ہے پھر برائیا میں انبیاء کے واقعات قرآن کی روشنی میں رکھوں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ آپ کی طرف رسوائی کا سوال ہی کیا۔ آپ کے دامن سے کتنے رسواؤں کو بھارت لے گئی تھیں بندہ کو حق ہے کہ وہ جیسا چاہے سوال کرے۔ یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی رسوائی کا سوال نہیں یہ تو سیدنا خلیل نے سوال کیا۔ میرے حبیب (ﷺ) کا انداز دیکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو رسوا نہ فرمائے گا۔ خلیل فرماتے ہیں حبیب کو کچھ ہونے کی ضرورت نہیں۔ فیصلہ قدرت ہو چکا کہ تم کو اور تمہارے چاہنے والے جو اسحق ہیں ان کو بھی رسوا نہ فرمائے گا۔ اسی معراج کا واقعہ ہے جو اسی کی مناسبت سے ہے جب بارگاہِ رب العزت میں حضور (ﷺ) حاضر ہوئے اور حکم ہوا کہ اے حبیب (ﷺ) بتاؤ کیا

تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں تمہیں آخری نبی بنایا۔ فرمایا: نہیں۔ کیا تمہیں یہ علم ہے کہ تمہاری امت کو آخری امت بنایا۔ فرمایا: نہیں۔ چاہا آپ کی امت کو نبردہ کہ میں تمہیں آخر میں اس لئے بھیجا ہوں تاکہ ساری امتیں اس کے سامنے رسوا ہوں تو کسی کے سامنے رسوا نہ ہو۔ اس کے بعد کوئی امت ہی نہ آئے گی۔ تمہارے سامنے امت لوہا کا ذکر آئے گا اور پھٹے گی۔ قوم ہو گا ذکر آئے گا دوسری امت پھٹے گی مگر تمہاری امت کے بعد کوئی امت آئے گی ہی نہیں جو ذکر کرے اور پھٹے۔ دیکھو جب کبھی امت کے سامنے ہم کو رسوا کرنا نہیں چاہتا۔ اسے ایمان والو! اسے عشق و محبت رکھنے والو! جب یہ ندا تمہیں یہاں رسوا کرانا نہیں چاہتا جب ساری امتیں جمع ہوں گی وہاں کیسے رسوا کرے گا۔

فرشتے الے حق کو ملت کا ملو گیا جانے۔ خسر و اعتراف پر اڑتا ہے پھر پرجہا
 کیا مقام ہے سرسبز اور انبیاء کے درمیان سرکار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔
 معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کو مہمان بنا کر بھیجا۔ جب مہمان آئے تو میزبان خود اس کی خدمت میں رو ہوتا ہے چاہے وہ کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو۔ جب فرشتوں کو میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس بھیجے گی بات آئی تو فرمایا تمہارے رب نے تمہیں پانچ ہزار شان والے فرشتوں کے ذریعہ مدد کی ملاکہ کو مددگار بنا کر بھیجا اور لشکر کے ذریعہ تمہاری مدد کی گئی۔ ذرا سا غور تو کرو میرے رسول کی بارگاہ میں جب بھیجا گیا تو مہمان بنا کر کھینک بھیجا گیا بلکہ سپاہی بنا کر بھیجا گیا مددگار بنا کر بھیجا گیا خدمت گزار بنا کر بھیجا گیا۔ مہمان آیا تو اپنی خاطر کرانے کے لئے سپاہی آئے ہیں جو حکم کا اٹھا کر رہے ہیں۔

مجھ سے مت ہرچہ مراقبہ وادع ہے شہیت کے راز وہاں کا ایک سلسلہ

دل کو ان کی رسائی پہ ایمان لگایا عقل انکی رسائی پہ حیران لگی

اگر قریش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا تو تیرا لہجہ ہو گیا مدد

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْخَلْقَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَمَنْ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی خَلْقِ خَلْقٍ تَخَلُّفٌ وَّالّٰہُ وَكَذٰلِكَ الْخَبِيرِ